خرچ کرو اللہ تم پر خرچ کرے گا

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ((أَنْفِقْ أُنْفِقْ عَلَيْكَ، وَقَالَ: يَدُ اللّٰهِ مَلْأَیٰ لَا يَغِيضُهَا نَفَقَةٌ، سَحَّاءُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.)) وَقَالَ: ((أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْفَقَ مُنْذُ خَلَقَ السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ فَإِنَّهُ لَمْ يَغِضْ مَا فِی يَدِهِ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَی الْمَاءِ، وَبِيَدِهِ الْمِيزَانُ يَخْفِضُ وَيَرْفَعُ.))

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کہ بندو! (میری راہ میں) خرچ کرو تو میں بھی تم پر خرچ کروں گا۔ اور فرمایا: اللہ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے۔ وہ رات اور دن مسلسل خرچ کیے جا رہا ہے لیکن اس کے ہاتھ میں کوئی کمی نہیں ہوئی، اس کا عرش پانی پر تھا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں میزانِ عدل ہے جس کو وہ جھکاتا اور اٹھاتا رہتا ہے۔" (صحیح بخاری، رقم الحدیث: ٤٦٨٤)

اپنی زبان کو روکے رکھنا جہاد ہے بلکہ افضل جہاد ہے

اسی طرح حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

أَلا اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّهٗ اَلا وَهِیَ الْقَلْبُ. (صحیح بخاری: ۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب أخذ الحلال و ترک الشبهات، رقم: ۱۵۹۹)

''خبردار بے شک جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہوگا تو سارا جسم صحیح رہے گا، اگر وہ (لوتھڑا) خراب ہوجائے تو سارا جسم خراب ہوجائے گا۔ خبردار وہ دل ہے۔''

تشریح: غور و فکر کرنے والا انسان اس حدیث پر غور کرے گا تو وہ یقیناً جان جائے گا کہ بلاشبہ انسان کا مکمل جسم دل کے تابع ہے پس جسم مقتدی ہے اور دل جسم کا قائد (امام) ہے۔ جسم ملازم ہے اور انسان کا نفس حکمران ہے۔ جب ہم نے اس بات کو معلوم کرلیا کہ جہاد بالنفس اصل ہے جو کہ زیادہ مشکل ہے اور بے شک میدانِ جنگ کا جہاد اس وقت تک اللہ کے ہاں عظمت والا نہیں ہوگا جب تک اس انسان کا نفس بھی اس کا ساتھی نہ بن جائے۔ اگر کوئی شخص صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کرتا ہے اور وہ اللہ کو ناراض کرنے والی چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں کا درجہ عطا فرمائے گا۔ اگر چہ وہ اپنے بستر پر ہی فوت ہو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَآءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰی فِرَاشِهٖ .))

(صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب استحباب طلب الشهادة فی سبیل الله، رقم: ۱۹۰۹)

''جو شخص صدقِ دل سے اللہ سے شہادت کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں کا درجہ عطا فرمائے گا اگر چہ وہ اپنے بستر پر ہی فوت ہوجائے۔''

لیکن بسا اوقات انسان کی نیت خالص نہ ہونے کی وجہ سے میدانِ جنگ میں شہید ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں مبتلا کرتا ہے۔ لہٰذا سب سے زیادہ افضل وہ ہے جس کی نیت اچھی ہو اور اس کا عمل اللہ کے ہاں قابل قبول ہو تو وہی انسان کامیاب و کامران ہے دنیا و آخرت میں۔

اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح دین پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

واللہ اعلم بالصواب.

(عبدالرحیم بلتستانی)

فہرست

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

اداریہ

وہ نمٹنا جانتا ہے

حافظ احمد شاکر

وطن عزیز کے (Professional) پیشہ ور سیاست دان کیا حزب اقتدار اور کیا حزب اختلاف! سب ہی مغربی عشوہ گر کی زلف کے اس طرح اسیر اور اس کے عشوہ سے ایسے نخچیر ہوئے ہیں کہ یہ بار بار اسی ابن عطار سے دوا لینے کو ترجیح دیتے ہیں جس نے سالہا سال سے ان کو وعدۂ فردا میں لٹکا رکھا ہے۔ سیاست دانوں کی نئی پود کی ساری معلومات صرف دیکھنے تک ہیں یعنی ملکی اور عالمی الیکٹرانک میڈیا دیکھ دیکھ کر ان کی جو ذہن سازی ہوتی ہے وہی ان کے علم کی کائنات ہوتی ہے۔ اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ ٹی وی کی دیگر نقائص وفوائد کے علاوہ اس نسل نے پڑھنا، یعنی (مسلمانوں) نے اپنی تاریخ پڑھنا، دیگر ممالک کی سیاسی احوال اور نشیب وفراز جاننا، ان کی انقلابی کامیابیاں اور ناکامیاں، حکمرانوں کے جرأت مندانہ فیصلے، ملک وملت کے لیے ان کے ایثار وقربانیاں، دنیا بھر کے سیاست دانوں کی قلابازیاں اور ان کے انجام کی تاریخ سے یہ نئی نسل بے خبر ہے۔ یہ پڑھنے کی بجائے پڑھی پڑھائی صرف وہ تاریخ (میڈیا کے ذریعے) دیکھتی اور یہ اسی سے سیکھتی ہے قطع نظر اس بات کے کہ اس کو پیش کرنے والے ان آراء اور خیالات کو اپنے مقاصد میں کس طرح ڈھال کر پیش کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ علم حاصل اور مطالعہ کر کے جو تجزیہ ہمیں خود کرنے یا اس کا نتیجہ خود اخذ کرنا چاہیے ہم ...... پڑھنے کی مشقت سے بچتے ہوئے ...... میڈیا دیکھ کر سوچتے اور اپنی ذاتی وجماعتی سیاست کے مقاصد متعین کر لیتے ہیں اور پھر اسی پر ڈٹ جاتے بلکہ اکڑ جاتے ہیں دوسری رائے ہم ماننا تو کجا سننا تک گوارا نہیں کرتے۔

یہ تمہید طولانی اس لیے عرض کرنا پڑی کہ کارزار سیاست میں مشغول حزب اقتدار وحزب اختلاف کے سیاست دانوں کو اگر صلیب کے ایسٹ انڈیا کمپنی کا لبادہ اوڑھ کر برصغیر میں داخل ہونے کے مقاصد، ان کے اصول ہائے سیاست اور کارگزاریوں کا علم ہوتا تو شاید وہ اس بے تابی وبے قراری سے پہلوئے امریکہ میں پناہ لینے کے لیے بے تاب نہ ہوتے اور وہ جان جاتے کہ صلیب آخر صلیب ہے۔ ہمیں غور وفکر کے لیے یہی نکتہ کافی تھا کہ برطانیہ صلیب کا قائد تھا اور امریکہ صلیب کا عیار نمائندہ۔ وہ مسلمانوں کو ...... باہمی ...... بھڑکا سکتا ہے، لڑا سکتا ہے لیکن مسلم امہ تو کجا کسی ایک بھی مسلمان کے لیے خیر خواہی کا جذبہ نہیں رکھتا اور ہم لاعلمی میں یہ سمجھ ہی نہیں سکتے کہ اس کی ہر پالیسی، اس کا ہر تعاون اور اس کا ہر پینترا بغض مسلم سے ...... مملو ...... بھرا ہوتا ہے وہ تو ایک عرصہ سے ہمارے ایمان کی گہرائی کبھی ایران عراق جنگ کروا کر کرتا ہے اور کبھی عراق کو کویت پر حملے کی شہہ دے کر۔ کبھی وہ افغانستان میں رقص بسمل سے محظوظ ہو کر بہ نظر استہزاء مسلم امہ کو دیکھتا ہے اور کبھی ۱۱/ ۹ کا ڈرامہ رچا کر مسلم حکمرانوں کی وفاداری پرکھتا ہے۔ اس کی ان چالوں بلکہ چیرہ دستیوں کے بعد ایک عیسائی ملک ناروے میں نبی ﷺ کے خاکے بنانے کی جرأت کی گئی جس کے جواب میں صرف سعودی عرب نے ایک ...... معاشی ...... جھٹکا دیا کہ ناروے مصنوعات کا بائیکاٹ کیا تو وہ فوراً معافی تلافی پر آ گیا باقی مسلم امہ خالی نعرے ہی لگاتی رہی۔ وہی خاکے بعد میں بعض تیرہ بختوں نے پھر شائع کر دیئے لیکن کیا ہوا؟ اہل پاکستان پر وہ جو ڈرون حملے کر رہا ہے کیا وہ کسی شہہ کے بغیر کر سکتا ہے؟ ہم ان کو جرم ضعیفی کے سزا مرگ مفاجات جان چپ ہی ہو چکے ہیں اس کے ریمنڈ کی واپسی میں کن کن پردہ نشینوں کے نام آتے ہیں یہ آنے والی تاریخ ہی بتائے گی فی الحال تو وہ جرم صریح کے مجرم کو ہمارے ہاتھوں سے باعزت لے گیا۔ تو صاحب! صلیب اپنی اس قدر کامیاب چالوں کے بعد اگر قرآن حکیم جلانے والے پادری کو کچھ نہیں کہتا تو یہ بات باعث تعجب نہیں کیوں کہ عالم جانتا ہے کہ اس کا معیار ہمیشہ ہی دوہرا ہوتا ہے، پاکستان میں اگر کوئی مسلمان حب محمد ﷺ میں سرشار ہو کر کوئی قدم اٹھاتا ہے تو وہ اس کو کسی فرد کا انفرادی فعل تسلیم ہی نہیں کرتا وہ اس کو نام نہاد دہشت گردی کا نام دے دیتا ہے اور امریکہ میں اگر کوئی ملعون فرد قرآن حکیم کو نذر آتش کر دیتا ہے تو وہ اس کو آزادی اظہار کا نام دے کر ذاتی فعل قرار دیتا ہے۔ **فیا للعجب**

ان کی زلف میں آئی تو حسن کہلائی ۔۔۔ وہ تیرگی جو مرے نامہ سیاہ میں ہے

دیگر اقوام وملل کے پیروکاروں کی نسبت مسلمانوں نے کتاب مبین یعنی قرآن مجید اور اپنی عبادت گاہ یعنی مسجد کے ساتھ جس طرح اظہار عقیدت احترام بلکہ لاڈ پیار کیا ہے اس کی مثال کوئی دوسری قوم یا ملت پیش نہیں کر سکتی۔

جہاں دنیا بھر میں پھیلی ہوئی عالمی معیار کی مساجد حسن، وجاہت اور ہیبت کے عمدہ ترین مظاہر ہیں وہاں شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں بھی بعض ایسی مساجد ہیں جو اپنے فنِ تعمیر اور کمالِ نقش ونگاری میں ایسی منفرد ہیں کہ لوگ دور دراز سے صرف ان کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ شہروں کی گلیوں محلوں میں بعض اصحابِ خیر مساجد پر اپنی جیب سے ذاتی ذوق وشوق کے ساتھ اس نظافت ونفاست کا اہتمام کرتے ہیں کہ دنیا کے کسی مذہب کی کوئی عبادت اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

اس طرح قرآنِ مجید ہے کہ نزولِ قرآن کے بعد مسلمانوں نے اس کو نہ صرف ہاتھ سے لکھا بلکہ اس کی خطاطی میں نقش ونگار کرتے وقت سونے کا خالص پانی کو بطور سیاہی استعمال بھی کیا۔ دنیا میں بعض ایسے نسخے بھی ہیں جن کا حاشیہ خالص سونے کا ہے۔ کتابت قرآن تو اگرچہ دورِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہی میں ہڈیوں اور چمڑے پر شروع ہو چکی تھی تاہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے مسلمانوں سے ان تختیوں چمڑوں اور ہڈیوں کو جمع کر کے اور صحابہ کے حفظ سے اس کو مکمل کیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک عرب کے مختلف علاقوں کی مختلف قراآت کے باوجود عثمانی رسم الخط پر امت متفق ہوگئی اور اب تک عثمانی رسم الخط ہی اکثر مسلم ممالک میں لائق ترجیح ہے۔ جس نسخہ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے وہ بھی ابھی تک ترکی میں محفوظ ہے جب کہ عام زائرین کو جس نسخہ کی زیارت کرائی جاتی ہے وہ اس کی شبیہ...... جو تیار کی گئی...... ہے اس کے علاوہ ہزاروں نسخہ ہائے قرآن ایسے ہیں جو دنیا بھر کے اصحابِ ذوق، سرکاری وذاتی لائبریریوں میں محفوظ ہیں جو مختلف طرز ہائے کتابت کے نادر نمونے ہیں بلکہ اس وقت بھی پاکستان میں بعض مسلمان قرآنِ حکیم سے محبت وعقیدت اور اخروی نجات کے نیت سے اپنے سادہ سادہ خط میں اس کی کتابت سے سعادت دارین کی خواہش مند ہوتے ہیں۔

قرآنِ کریم کی کتابت کے لیے اس کا رسم الخط ہی اس طرح الگ ہے کہ بعض الفاظ کی عام عربی زبان میں طرز املا مختلف ہے اور جب وہی الفاظ آیت قرآنی میں آئیں گے تو ان کا انداز کتابت الگ ہوتا ہے۔ طرز کتابت کے اختلاف کے علاوہ کتابت قرآن کے حسن میں مسلمانوں نے اس اس طرح کے مختلف خطوط اور ان خطوط میں نکات، لطافتیں، اور نزاکتیں ایجاد کی ہیں جو دنیا کی کسی اور کتاب کے لیے کوئی انسان نہیں کر سکا۔ پھر اس کی طباعت میں مسلمان تو مسلمان بعض غیر مسلموں نے بھی اس کے تقدس، احترام اور عقیدت کی ایسی ایسی کاوشیں کیں، اس قدر اہتمام کیے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ لاہور میں گلاب سنگھ نامی شخص کا پریس تھا جو قرآن کی جستی پلیٹیں جس میں قرآنی حروف کندہ ہوتے تھے ان پلیٹوں کی صفائی کرنے کے بعد اس کلام الٰہی کے حروف ملے پانی کو عام جگہ پہ گرانے کی بجائے اس نے پانی کو دریائے راوی میں بہانے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ یہ احوال تھے قرآن پاک سے محبت، عقیدت اور احترام کے باقی رہا اس پر عمل! تو اس پر مسلمانوں کی پوری تاریخ شاہد ہے کہ دنیا میں وہی مسلمان کامیاب ہوئے جنہوں نے اس پر عمل کیا اور جو مسلمان جس قدر ایمان ویقین کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہوا اسی قدر اس نے فیض بھی پایا، مستفید بھی ہوا اور مستنیر بھی۔

باقی رہی اس کی حفاظت تو اس کا ذمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود لے رکھا ہے کفار کی اس حرکت پر ہم تو بارگاہِ الٰہی میں اپنی کوتاہیوں کی معافی کی درخواست اور الحاح وزاری ہی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ہمارے دین نے جملہ انبیاء علیہم السلام اور ان پر نازل شدہ کتب کے احترام کا ہی سبق دیا ہے۔ باقی جس کی کتاب ہے وہ اس کا محافظ تو ہے ہی **قادر وقهار** بھی ہے اور **شديد العقاب ذی الطول** بھی ہے وہ انشاءاللہ خود نمٹ لے گا۔

....

ہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ مسلم امہ اس وقت نکبت وذلت کے جس گڑھے میں لڑھکتی جا رہی ہے اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اس کی ایک وجہ تو من حیث الامت ہماری بے عملیاں بلکہ اصلاً بداعمالیاں ہیں۔ علامات قیامت میں نبی ﷺ نے جو ارشادات فرمائے ہیں ان کو سامنے رکھ کر سوچیں تو اب عذاب کے استحقاق میں شاید ہی کوئی کسر رہ گئی ہو۔ ذرا سورۂ زخرف کی آیت نمبر ۴۷، ۴۸ ملاحظہ فرمائیں:

> تو جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آیا، اچانک وہ ان کے بارے میں ہنس رہے تھے۔ اور ہم انھیں کوئی نشانی نہیں دکھلاتے تھے مگر وہ اپنے جیسی (پہلی نشانی) سے بڑی ہوتی اور ہم نے انھیں عذاب میں پکڑا، تاکہ وہ لوٹ آئیں۔ (ترجمہ: حافظ عبدالسلام بھٹوی)

ہم گزشتہ پانچ سال میں وطن عزیز میں آنے والے زلزلوں کی تباہی اور سیلابوں سے بربادی ہی کو سوچیں تو ہمیں عبرت کے لیے یہی کافی ہیں۔

دوسری وجہ اور ہمارے خیال میں اہم ترین وجہ یہ ہے کہ دورِ حاضر کے مسلمان حکمرانوں نے قرآنی تعلیمات کے برعکس یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست بھی بنایا ہوا ہے اور راز دان بھی اس کوتاہی کا ہمیں احساس ہے کہ نہیں؟ اس کا جواب نفی ہی نظر آتا ہے وگرنہ اثبات ہوتا تو اس کی کوئی نہ کوئی نشانی یا علامت تو ظاہر ہوتی۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ [آل عمران ۳: ۱۴۷]

درس قرآن　　قسط نمبر ۶

تفسیر سورۃ الفاطر

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:

حمد وثنا، شکر وسپاس اس اللہ کے لیے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ ''فاطر'' یہ ''فطر'' سے اسم فاعل ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اسمائے صفاتیہ میں ایک اسم مبارک ہے۔ ''فطر'' کے معنی کسی چیز کو پھاڑنے کے ہیں۔ اسی سے اس کی جمع ''فطور'' ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ لا هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ o﴾ (الملك: ۳)

''وہ جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کیے، رحمان کے پیدا کیے ہوئے میں تو کوئی کمی بیشی نہیں دیکھے گا۔ پس نگاہ کو لوٹا، کیا تجھے کوئی کٹی پھٹی جگہ نظر آتی ہے۔''

"کمأة" کھمبی کو "فَطَرٌ" بھی کہتے ہیں کیوں کہ وہ زمین کو پھاڑ کر باہر نکلتی ہے۔ اسی سے فطر وافطار، روزہ افطار کرنا کہا جاتا ہے۔ ایک سورۃ کا نام ''الانفطار'' ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اذا السماء انفطرت﴾ ''جب آسمان پھٹ جائے گا۔''

آج جس آسمان میں کوئی پھٹن، کوئی شگاف وخلل نظر نہیں آتا۔ ایک وقت آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے گا۔

"فَطَرَ" کے معنی ابتدا ومبتدا کے بھی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں ''فاطر'' کے معنی نہیں سمجھتا تھا۔ دو اعرابی آئے دونوں ایک کنویں کے بارے میں باہمی اختلاف کر رہے تھے ان میں سے ایک نے کہا: "انا فطرتها" میں نے اس کی ابتدا کی ہے، میں نے اسے کھودا ہے۔ جس سے ''فاطر'' کے معنی کی وضاحت ہوگئی۔

(ابن جریر، ج: ۷، ص: ۱۰۱۔ ابن کثیر، ج: ۳، ص: ۷۲۱)

لیکن اس کی سند صحیح یا حسن نہیں، سفیان بن وکیع ضعیف اور ابراہیم بن مہاجر البجلی متکلم فیہ ہے۔ تاہم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی معنی مراد لیے ہیں، انہوں نے فرمایا ہے "فاطر السموات" کے معنی "بدیع السموات" ہے۔ یعنی آسمانوں کی ابتدا کرنے والا۔ (ابن کثیر وغیرہ)

بعض نے فاطر کے معنی ''خالق'' بھی کیے ہیں۔ بہرحال جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فاطر، جاعل کے الفاظ کہے جائیں تو اس سے مراد، پیدا کرنے والا، بنانے والا، ابتداء کرنے والا ہے۔

''فاطر'' میں ایک اور لغوی معنویت بھی پائی جاتی ہے۔ چناں چہ قرآنِ پاک میں آسمانوں اور زمین کے بارے میں آیا ہے:

﴿اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ط﴾

''بے شک آسمان اور زمین آپس میں ملے ہوئے تھے تو ہم نے انہیں (پھاڑ کر) جدا جدا کر دیا۔'' (الانبیاء: ۳۰)

رَتَقَ کے معنی یکجا ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہونے کے ہیں۔ اور فَتَقَ کے معنی جدا جدا اور پھاڑنے کے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان اور زمین باہم ایک مادہ کی صورت میں ملے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو پھاڑ کر جدا جدا کر دیا۔ ایک نے آسمان کی شکل دھار لی اور دوسرے نے زمین کی صورت اختیار کر لی۔ جس میں ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ قرآنِ پاک میں اور ادعیہ مسنونہ میں اللہ تعالیٰ کی اسی صفت ''فاطر'' کے توسط سے دعا کرنے کا ذکر آیا ہے۔ اور دعا میں بھی ایک حالت

سے دوسری حالت میں بدل جانا مطلوب ہوتا ہے۔ بیماری کی بجائے صحت وتندرستی، فقر ومسکنت کی جگہ تونگری اور آسودگی، بے چینی وبیقراری کی بجائے اطمینان سکون۔

قرآنِ مجید میں چھ مقامات پر اللہ تعالیٰ کی اسی صفت کا ذکر ہوا ہے۔ چناں چہ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط﴾ (ابراهيم: ١٠)

''ان کو رسولوں نے کہا، کیا اللہ کے بارے میں کوئی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو بنانے والا ہے۔''

کوئی چیز اپنے خالق وصانع کے بغیر وجود میں نہیں آتی۔ ایک معمولی چیز جب صانع کے بغیر خود بخود نہیں بنتی تو یہ آسمان اور زمین بغیر کسی صانع اور خالق کے خود بخود وجود میں کیسے آ گئے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم کو توحید کی دعوت دی تو انہوں نے فرمایا:

﴿قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ صلے وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

''فرمایا: بلکہ تمہارا رب، آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ جس نے تمہیں پیدا کیا اور میں اس پر گواہی دینے والوں میں سے ہوں۔'' (الانبياء: ٥٦)

حضرت سیّدنا یوسف علیہ السلام کی دعا کے الفاظ ہیں:

﴿رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ج فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ قف اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ج تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾

''اے میرے ربّ! بے شک تو نے مجھے حکومت سے حصہ دیا اور خوابوں کی اصل حقیقت میں سے کچھ سکھایا، آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے تو ہی میرا مددگار ہے، مجھے مسلم ہونے کی حالت میں فوت کر اور مجھے نیک لوگوں کے ساتھ ملا دے۔'' (يوسف: ١٠١)

حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ سے کچھ طلب کرنے سے پہلے، اللہ کے انعامات واحسانات کا اعتراف کیا پھر اللہ تعالیٰ کی صفت ''فاطر السموت والارض'' سے دعا کی۔ مولائے کریم! آپ زمین وآسمان بنانے اور انہیں سنوارنے پر قادر ہیں۔ میری حالت بھی سنوار دے، میرے حالات سازگار بنا دے۔ آپ ہی دنیا وآخرت میں میرے معاون ومددگار ہیں۔ اس دعا کی جامعیت دیکھئے کہ اس میں توحید کا اقرار، ربّ تعالیٰ کی اطاعت کا اظہار، اپنی بے بسی اور مسکنت کا اعتراف، غیر اللہ سے لاتعلقی کا اظہار، اسلام پر موت کی اور صالحیت کی رفاقت کی طلب، اس کی طلب اللہ سے کہ جو موت وحیات کا مالک ہے۔ اور قیامت کا بھی اس میں اعتراف۔ ملخصاً (الفوائد، ص: ١٩٠ لابن قيم)

اللہ تعالیٰ کی اسی صفت فاطر کا ذکر قرآنِ مجید میں الزمر: ۴۶، اور الشوریٰ: ۱۱، میں بھی آیا ہے۔ ادعیہ مسنونہ میں بھی اس کا ذکر ہے۔ چناں چہ صدیقہ کائنات حضرت عائشہ امّ المومنین رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کی نماز پڑھتے تو اس کی ابتدا میں کیا پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا:

كان اذا قام من الليل افتتح صلاته: اللّٰهم رب جبرائيل وميكائيل واسرافيل ، فاطر السمٰوٰت والارض ، عالم الغيب والشهادة ، أنت تحكم بين عبادك فيما كانوا فيه يختلفون ، اهدني لما اختلف فيه من الحق بإذنك إنك تهدى من تشاء الى صراط مستقيم .

''جب رات کو اٹھتے نماز کی ابتدا (ان کلمات سے) کرتے، اے اللہ! جبرائیل، میکائیل، اسرافیل کے ربّ، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، غائب اور حاضر کو جاننے والے، اپنے بندوں کے مابین آپ ہی اس چیز کے متعلق فیصلہ کریں گے جس میں وہ اختلاف کرتے تھے، حق کی جن باتوں میں اختلاف ہوگیا آپ اپنے حکم سے مجھے حق کی

ہدایت عطاء فرما دے، آپ جسے چاہتے ہیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔'' (مسلم: ١٨١١)

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل روایت میں ہے کہ آپ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو یوں فرماتے:

وجهت وجهي للذي فطر السمٰوٰت والارض حنيفا وما أنا من المشركين، إن صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين لا شريك له، وبذلك أمرت وأنا من المسلمين. الخ - (مسلم: ١٨١٢)

''میں نے اپنا چہرہ اس ہستی کی طرف پھیر لیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا یک طرفہ ہوکر اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ ربّ العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔'' الخ

ایک اور روایت میں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسی صفت کے حوالے سے دعا کے الفاظ مروی ہیں، جنہیں صبح وشام اور سوتے وقت پڑھنے کا آپ ﷺ نے حکم فرمایا ہے:

اللهم عالم الغيب والشهادة، فاطر السمٰوٰت والارض، رب كل شيء ومليكه، أشهد أن لا إله الا انت اعوذبك من شر نفسي ومن شر الشيطان وشركه.

(ترمذی: ٥٠٦٧۔ الصحیحة: ٢٧٥٣)

''اے اللہ! غیب اور حاضر کو جاننے والے، آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، ہر چیز کے پروردگار اور مالک، میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کے شر اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے۔''

السمٰوٰت یہ سماء کی جمع ہے جس کا اطلاق ہر چیز کے بالائی حصہ پر ہوتا ہے۔ آسمان بھی زمین اور اس پر بسنے والی مخلوق، بلکہ آسمان کے نیچے کی ہر چیز سے اوپر ہے اسی لیے اس کو آسمان کہتے ہیں۔ قرآنِ پاک ہی میں ''السماء'' کا اطلاق بارش پر بھی ہوا ہے۔ کیوں کہ وہ بھی اوپر سے آتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا﴾ (الانعام: ٦)

''اور ہم نے ان پر موسلا دھار بارش برسائی۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اللہ سے بخشش طلب کرو۔ ﴿يُّرْسِلُ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا﴾ (نوح: ١١) ''وہ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا۔'' یہ بارش اوپر سے آتی ہے اس لیے اسے ''السماء'' سے تعبیر کیا گیا ہے اور کبھی اسے آسمان سے نازل ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اکثر قرآنِ پاک میں وارد ہوا ہے۔

''السمٰوٰت'' جمع کا لفظ ہے اور قرآنِ مجید میں وضاحت ہے کہ وہ سات ہیں۔ چناں چہ ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۭ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (البقرة: ٢٩)

''وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے لیے پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس انہیں درست کرکے سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

اس کے علاوہ سات آسمانوں کا ذکر فصلت: ١٢، المؤمنون: ٨٦، الطلاق: ١٢، الملك: ٣، نوح: ١٥ میں بھی ہے جس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آسمان منتہائے نظر کا نام نہیں۔

یہ ساتوں آسمان ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا﴾

''کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کس طرح اللہ نے سات آسمانوں

کواوپر تلے پیدا فرمایا۔‘‘ (نوح: ۱۵)
آسمان ہی کے بارے میں فرمایا:
﴿وَ جَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا﴾ (الانبیاء: ۳۲)
’’اور ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔
گویا یہ بڑی مضبوط چھت ہے۔ اس میں بڑے مضبوط برج یعنی قلعے ہیں۔ قرآن میں ایک سورۂ کا نام ہی اسی مناسبت سے ’’البروج‘‘ ہے۔ ﴿والسماء ذات البروج﴾ ’’قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔‘‘ ان قلعوں کی حیثیت یوں محسوس ہوتی ہے کہ یہ آسمان کی چھت کی مضبوطی کا باعث بھی ہیں۔ جیسے زمین پر پہاڑ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:
﴿وَ الْجِبَالَ اَوْتَادًا o﴾ (النباء: ۷)
’’اور ہم نے پہاڑوں کو میخیں بنا دیا۔‘‘
ایک اور جگہ فرمایا:
﴿وَ اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ﴾ (النحل: ۱۵)
’’اور اس نے زمین پر پہاڑ گاڑ دیے کہ وہ تمہیں ہلا نہ دے۔‘‘
اس کی گردش اور رفتار میں انضباط رہے۔ اور غیر طبعی حرکت سے بربادی نہ ہو۔ غالباً اسی انداز پر آسمانوں میں بروج ہیں۔ اور یہ اس لیے بھی کہ یہ ’’بروج‘‘ آسمان کے خطوں کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کا سبب بنیں۔ (واللہ اعلم)
آسمان جیسے علیحدہ علیحدہ خطوں میں برجوں کے ساتھ معلق ہے اس طرح اس میں آنے جانے کے لیے بہت سے دروازے بھی ہیں۔ چناں چہ ارشاد فرمایا:
﴿وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ o﴾ (الحجر: ۱۴)
’’اور اگر ہم ان پر آسمان سے کوئی دروازہ کھول دیں، پس وہ دن بھر اس میں چڑھتے رہیں۔‘‘
حدیث معراج میں ہے کہ جب مجھے آسمان کی طرف لے جایا گیا:
فضرب بابا من ابوابها، فناداه أهل السماء من هذا؟ فقال: جبريل قالوا: ومن معك؟ قال: معى محمد، الحديث۔ (بخاری: ۷۵۱۷)
’’تو جبریل علیہ السلام نے آسمان کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھٹکھٹایا تو آسمان والے فرشتوں نے کہا کون؟ تو کہا: جبریل، انہوں نے کہا آپ کے ساتھ اور کون ہے؟ جبریل علیہ السلام نے کہا: محمد، صلی اللہ علیہ وسلم۔‘‘
آسمان کے دروازوں کے بارے اور احادیث بھی ہیں۔
آسمان محض ایک مضبوط چھت ہی نہیں بلکہ یہ چھت اپنی خوبصورتی میں اپنی مثال آپ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
﴿وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ o﴾ (الذاریات: ۷)
’’اور قسم ہے آسمان کی جو مختلف شکلوں والا ہے۔‘‘
"الحبك" کے معنی راستے بھی ہیں اور ان لہروں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے جو تیز ہوا سے ریت کے ٹیلوں پر بن جاتی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسی کے معنی "الخلق الحسين" خوب صورت مخلوق کیا ہے۔ (فتح الباری، ج: ٦، ص: ۲۹٤۔ البدایہ، ج: ۱، ص: ۳۰)
آسمان کو تاروں سے مزین کیا، جس کا ذکر قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر ہے۔ بادلوں کی مختلف شکلیں اور ان میں سے آسمان کا منظر عجیب سماں باندھتا ہے۔
سات آسمانوں کے علاوہ زمین کے بارے میں قرآنِ مجید میں صرف ایک مقام پر اشارۃً فرمایا گیا ہے:
﴿اَللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط﴾
’’اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین سے بھی ان کی مانند۔‘‘ (الطلاق: ۱۲)
بعض مفسرین نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ مثلیت کا تعلق آسمانوں کی تعداد سے نہیں بلکہ اس کا تعلق ’’خلق‘‘ سے ہے کہ جس طرح آسمانوں کا خالق ہے اسی طرح زمین کا بھی وہی خالق ہے۔

(روح المعانی)

جب کہ بعض نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد سات زمینیں ہیں بلکہ یہ بھی کہ جیسے اس زمین پر انسان بستے ہیں اور ان کی ضروریاتِ زندگی اس سے پوری ہورہی ہیں اسی طرح باقی زمینوں پر بھی اسی طرح آبادی ہے۔ چناں چہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جب ان کے تلمیذ رشید امام مجاہد رحمہ اللہ نے اسی آیت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اگر میں اس کی تفسیر لوگوں کے سامنے بیان کروں تو لوگ کافر ہوجائیں گے اور ان کا کفر اس حقیقت کا انکار ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

(ابن کثیر، ج:۴،ص:۴۹۴)

بلکہ امام ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وآدم کـآدم ونوح کنوح وابراهیم کابراهیم وعیسی کعیسی. (ابن جریر، ج: ۲۸، ص: ۱۵۳)

''سات زمینیں ہر زمین پر تمہارے نبی کے جیسا نبی ہے آدم جیسا آدم، نوح جیسا نوح، ابراہیم جیسا ابراہیم اور عیسیٰ جیسا عیسیٰ علیہم السلام۔''

علامہ محمود آلوسی رحمہ اللہ نے تو اس کو صحیح قرار دیا بلکہ فرمایا ہے کہ اس کو صحیح ماننے میں نہ عقلاً کوئی چیز مانع ہے نہ ہی شرعاً۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہر زمین میں ایک مخلوق ہے جو ایک اصل کی طرف لوٹتی ہے جس طرح اولاد آدم ہماری زمین میں آدم علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔ اور ان میں ایسے افراد پائے جاتے ہیں جو دوسروں کی نسبت ممتاز ہیں جیسے ہمارے ہاں نوح اور ابراہیم وغیرہما علیہم السلام ہیں۔

(روح المعانی، ج:۸،ص:۱۲۵)

بلکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ج:۶،ص:۲۹۳ میں بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بھی اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (المستدرك، ج: ۲، ص: ۴۹۳)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے تلخیص المستدرک میں اگرچہ کوئی کلام نہیں کیا مگر کتاب العلو میں اس پر نقد کیا ہے اور فرمایا ہے:

هـذه بـلية تـحيـر السـامـع، كتبتها استطراراً للتعجب وهو من قبيل واسمع واسكت.

(العلو، ج: ۱، ص: ۵۹۳ دار الفطن)

''یہ ایسی بلیہ ہے جو سننے والے کو حیران کردیتی ہے، میں نے اسے اظہار تعجب کے لیے لکھا ہے اور یہ اس نوعیت کی ہے کہ سن لے اور خاموش رہ۔''

امام احمد نے بھی اس کا انکار کیا ہے۔

(المنتخب من العلل للخلال، ص: ۱۲۵)

امام بیہقی رحمہ اللہ نے الاسماء والصفات میں فرمایا ہے:

اسـنـاد هـذا عـن ابن عباس رضی الله عنهما صحیح الاّ انه شاذ بمرّة.

(الاسماء، والصفات، ج: ۲، ص: ۱۳۲)

مولانا محمد بشیر الطیب کا انتقال پر ملال

مولانا محمد بشیر الطیب (کویت) گزشتہ دنوں بہ رضائے الٰہی وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف بڑے شریف النفس اور تبلیغ قرآن وسنت میں کوشاں رہنے والی شخصیت تھے۔ کویت میں خطابت کے علاوہ جماعتی اخبارات میں مضمون نویسی بھی کرتے تھے۔ ہر دل عزیز اور ملن سار طبیعت کے مالک تھے۔ احباب جماعت سے گزارش ہے کہ ان کی مغفرت وبلندیٔ درجات کے لیے خصوصی دعا فرمائیں۔ لواحقین سے ہم تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔

اللہ کریم انہیں جنت الفردوس کا داخلہ نصیب کرے۔ آمین یا ربّ العالمین۔ (عارف جاوید محمدی، جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، کویت)

درسِ حدیث

توفیق الباری

''الادب المفرد'' للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: البغي

فحش اور ناپسندیدہ امور کا بیان

۹۱۷ . عن ابنِ عبّاس قالَ: بينما النّبيُّ ﷺ بِفناءِ بيتهِ بمكّةَ جالسٌ ، إذْ مرَّ بهِ عثمانُ بنُ مظعون ، فكَشَرَ إلَى النَّبِيِّ ﷺ فقالَ له النَّبيُّ ﷺ: ((ألاَ تجلسُ)): قال: بلى ، فجلسَ النَّبيُّ ﷺ مُستقبلَهُ فبينما هو يحدّثُهُ إذْ شخصَ النَّبيُّ ﷺ ببصرهِ إلى السّماءِ ...... فقالَ: ((أتَانِي رَسُولُ اللّهِ ﷺ آنفًا وأنْتَ جالسٌ)) . قَالَ: فمَا قالَ لكَ؟ قال: ﴿ إنَّ اللّٰهَ يَأمُرُ بالعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾ قال عثمانُ: فذٰلكَ حينَ استقرَّ الإيمانُ في قلبي وأحببتُ مُحَمَّدًا . (ضعيف الإسناد)

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مکہ شریف میں اپنے گھر کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گزر ہوا آپ ﷺ کو دیکھ کر مسکرائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم ہمارے پاس نہیں بیٹھو گے؟ عرض کیا کیوں نہیں ضرور بیٹھوں گا وہ اور رسول اللہ ﷺ ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھ گئے آپ اس سے باتیں کر رہے تھے اچانک آپ نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اس کے بعد فرمایا تم میرے پاس بیٹھے ہوئے ہو میرے پاس ابھی ابھی اللہ تعالیٰ کا فرستادہ آیا ہے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا فرمان لایا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ''بے شک اللہ تعالیٰ عدل واحسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور منع کرتا ہے بے حیائی اور بری باتوں سے اور بغاوت سے، ظلم سے اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔'' (سورۃ نحل، آیت:۹۰) حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے کہا یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ ایمان نے میرے دل میں قرار پکڑ لیا تھا اور مجھے آپ سے محبت ہوگئی میں نے آپ کی دعوت کو قبول کرلیا۔''

باب: عقوبة البغي

ظلم وطغیان کی سزا کا بیان

۹۱۸ . عن عُبيد اللّه بن أنس ، عن أبيه ، عن جدِّهِ ، عن النَّبِيِّ ﷺ قالَ: ((مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حتّى تُدْرِكَا ، دَخَلْتُ أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ)) وأشارَ مُحمَّدُ [بنُ عبدالعزيز] بِالسَّبَّابَةِ والوسْطى . (صحيح مسلم)

''عبید اللہ بن انس رضی اللہ عنہما نے اپنے باپ اس نے اپنے دادا سے مرفوع روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

جس آدمی نے دولڑکیوں کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں تو میں اور وہ ہم دونوں جنت میں اسی طرح اکٹھے داخل ہوں گے جیسے یہ دونوں انگلیاں محمد بن عبدالعزیز نے سبابہ اور وسطیٰ کو ملا کر دکھایا۔''

۹۱۹ . ((وبَـابَـان يُـعَـجَّلَانِ فِـي الدُّنْيا: اَلْبَغْیُ وَقَطِيْعَةُ الرَّحِمِ .)) (صحيح)

''اورفرمایا دو دروازے میں جوجلدی کرتے ہیں سزا کے لیے ظلم وزیادتی اور قطع رحمی کرنے والوں کے لیے۔''

باب: الحسب

خاندانی حسب ونسب کا بیان

۹۲۰ . عـن أبـي هـريـرةَ ، عن النَّبِيِّ ﷺ قالَ: ((إنَّ الْـكَـرِيْـمَ ابْـنَ الْـكَـرِيْـمِ ابْنِ الْكَرِيْمِ ابْنِ الْـكَـرِيْـمِ يُـوْسُفُ بْـنُ يَـعْقُوْبَ بْنِ إسحٰقَ بنِ إبراهيمَ .)) (حسن)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ کریم بن کریم بن کریم بن کریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم ہیں۔''

فـائـده : اس حدیث سے اخذ کیا ہے کہ اختیار نسب کا چار تک ہوتا ہے۔

۹۲۱ . عـن أبـي هـريـرةَ ، أنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قـالَ: ((إنَّ أَوْلِيَـائی يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْمُتَّقُوْنَ ، وَإنْ كَانَ نَسَبٌ أقربَ مِنْ نَسَبٍ ، فَـلَا يَأْتِيْنِی النَّاسُ بِـالأَعْـمَـالِ ، وَتَـأْتُـوْنَ بِالدُّنْيَا تَحْمِلُوْنَهَا عَلٰی رِقَـابِـكُـمْ ، فَتَـقُـولوْنَ: يَا مُحَمَّدُ! فَأقُوْلُ هٰكَذَا وَهٰكَذَا: ((لَا)) وَأعرضَ فِیْ كِلَا عِطْفَيْهِ . (حسن)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا: بے شک قیامت کے دن میرے دوست متقی اور پرہیزگار ہوں گے اگرچہ کسی کا نسب مجھ سے کسی دوسرے کی بہ نسبت زیادہ قریب ہوگا یہ لوگ میرے پاس اعمال لے کر ہی آئیں گے اورتم دنیا کو اپنے کاندھوں پر اٹھائے ہوئے آؤ گے اور کہو گے یا محمد ﷺ ہماری شفاعت کرو اور میں اس طرح انکار کروں گا آپ نے دونوں کندھوں کو ہلا کر کہا میں یوں کہوں گا (میں نہیں کروں گا)۔''

فـائـده : حدیث دلیل ہے اس پر کہ آں حضرت ﷺ کو اہل تقویٰ دوست ہیں اور قرب نسب سے کچھ کام نہیں چلتا۔ باید پیمبر زادگی منظور نیست۔ سادات کا یہ گمان کہ ہم اولاد نبوت واہل بیت رسالت ہیں ہمارے معاصی وذنوب خواہی نخواہی مغفور ہوں گے اور ہمارا خاتمہ ایمان ہی پر ہوا کرتا ہے اہل خیال مختل اور تعلیل معتل ہے انہوں نے شاید قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے کہ ﴿ان اکرمکم عند الله اتقاکم﴾ اور شاید حدیث صحیح نہیں ہے کہ وقت نزول آیت ﴿وانذر عشیرتك الاقربین﴾ آں حضرت ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

اعملی فاتی لا اغنی عنك من اللّٰه شیئا .

اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے حق میں ارشاد ہوا ہے:

﴿ومن یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف لها العذاب ضعفین﴾

ان آیات واخبار صحیحہ کے مقابلہ میں تمسک کرنا جہلاء فقراء اور سفہاء صوفیہ اور حمقاء اہل علم کا آثار واقوال احاد امت سے جو کہ خود تابعین ہیں نہ متبوعین اور مطیعین ہیں نہ مطاعین وسوسہ شیطان لعین اور اغواء نفس امارہ بالسوء اور تسلط حب دنیا اور اتباع خطوات ابومرہ ہے۔

پس لبس نسـال الـله العافیه اللهم توفیقا لحسن الـعـقیـده وصـالـح العمل وخاتمة بالحسنیٰ والوقایة من الزلل .

تحقیق وتنقید

گلشن نبوت کے باغبانوں کے نام

حافظ ریاض احمد عاقب

آج کل قلم کی طغیانی، ''علم'' کی جولانی، عقیدت کی فراوانی اور علم طریق محدثین کی نادانی سے جذبات کی شدت اور القاب کی کثرت سے بعض وقیع الفاظ کا بے دریغ استعمال اس طرح کیا جانا شروع ہو چکا ہے کہ وہ الفاظ کثرت استعمال سے ماپال ہوکر اپنے مقام سے فروتر نظر آنے لگے ہیں۔ ذیل میں ایک ذاتی واقعہ درج ہے۔

ایک دن حضرت والد...... مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (۱۹۰۷ء/ ۱۹۸۷ء) صاحب رحمہ اللہ کے پاس میں اکیلا بیٹھا تھا کہ اچانک فرمانے لگے کہ تم نے اپنے قلم سے مجھے شیخ الحدیث بالکل نہیں لکھنا کہ میں تم کو علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ میں اس لفظ کا اہل نہیں۔ پھر فرمانے لگے کہ نوحے کی تعریف یہ ہے کہ میت کی طرف ایسی صفات منسوب کی جائیں جو اس میں نہ ہوں۔

عین الیقین کے لیے محترم حافظ عبدالمنان نور پوری حفظہ اللہ کا رشک آور اور قابل تقلید عمل پوری جماعت کے سامنے ہے۔ (احمد شاکر)

اللہ تعالیٰ نے احادیث رسول ﷺ کی حفاظت وصیانت اور نشر واشاعت کے لیے محدثین کرام کا ایک ایسا گروہ پیدا فرمایا جس کا کام احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو سینوں اور صحائف میں محفوظ کر لینا تھا۔ اس عالی قدر طائفہ میں حافظ الحدیث، امام المحدثین، سیّد الفقہاء اور امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ کو جو شرف حاصل ہے وہ کسی اہل علم اور اہل عقل ودانش سے مخفی نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے جامع صحیح بخاری کی تصنیف میں جس قدر اہتمام اور سعی جمیل سے کام لیا اسی وجہ سے ان کی صحیح کو اللہ عزوجل نے اہل علم میں تلقی بالقبول سے نوازا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کی تصنیف میں بڑی کاوش، کافی محنت وجان فشانی فرمائی۔ امام موصوف نے کمالِ احتیاط فرماتے ہوئے ہر حدیث کو درج کرنے سے پہلے صلوٰۃ استخارہ پر عمل فرمایا، پھر اپنے قلبی ارادت اور غیبی اشارہ کے مطابق اس حدیث کو جامع صحیح میں درج فرمایا۔ دیگر تصانیف کے مقابلہ میں امام المحدثین رحمہ اللہ کا یہ خاص اہتمام صرف جامع صحیح بخاری ہی میں ہمیں نظر آتا ہے۔ بلاشبہ اس خصوصی اہتمام واعتناء کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری شریف کو خاص عظمت بخشی ہے۔ قبولِ عام کا جو ممتاز درجہ اسے حاصل ہوا وہ دیگر کتب احادیث کو حاصل نہیں ہے۔ اسی لیے بلا اختلاف ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' کے لقب سے نوازی گئی ہے۔

صدق من قال

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

''زبدۃ البخاری'' نامی کتاب کا اشتہار شائع ہونے کے بعد کافی دنوں سے ہمارے مؤقر رسالہ ''الاعتصام'' میں اہل علم وقلم کے ''زبدۃ'' کے متعلق مضامین وخطوط ملے۔ قارئین ''الاعتصام'' کے سامنے علمائے کرام کی آراء سامنے آچکی ہیں۔

راقم ناچیز خادمِ حدیث رسولِ امین ﷺ ہونے کے ناطے چند معروضات خوانندگانِ کرام کی خدمت میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہے۔

میری اس تحریر سے کسی صاحب علم وفضل کی دل آزاری ودل شکنی مقصود نہیں۔ محض ''إن ارید إلا الإصلاح'' کے طور پر اپنا نقطۂ نظر واضح کرنے کی کوشش ہے۔

اگر ان سطور میں کوئی ایسی بات سرزد ہوجائے جو کسی صاحب

دانش کی طبع پہ ناگوار گزرے تو بندۂ ناچیز پیشگی معذرت چاہتا ہے۔

یہ ٹھیک ہے کہ صحیح بخاری کی کئی مختصرات منظر عام پر آ ئیں۔کئی اصحابِ علم نے جامع صحیح کا اختصار کیا۔عصر حاضر میں بھی اگر کوئی اختصار کرتا ہے تو یہ کوئی کبیرہ گناہ نہیں۔اختصار کرنا اور بات ہے لیکن اسے درسی صحیح بخاری کے مقابلہ میں لا کر طلبا کو جلد از جلد سند فراغت عطا کرنا اہل علم اور علم حدیث کی توہین کے مترادف ہے جو علماء وطلبائے حدیث برسوں سے صحیح بخاری کی تدریس میں مشغول ہیں اور انہوں نے بھی آٹھ دس سال مدارسِ اسلامیہ میں لگا کر پڑھا ہے۔کئی اساتذہ حدیث نے متعدد بار مکمل صحیح بخاری اپنے اساتذہ سے پڑھ کر سند حاصل کی ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسے طرز عمل سے طالبانِ علوم نبوت علوم وفنون بالخصوص علومِ حدیث میں کورے ہوجائیں گے اور زیادہ تن آسان بن جائیں گے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کی تیاری میں غزارتِ علم، وسعت مطالعہ، قوی حافظہ، کثرتِ استحضار، فقہی مسائل پر دقیق نظری اور معرفت تامہ کے باوجود سولہ سال کے طویل عرصہ میں اپنی ''صحیح'' کو تصنیف فرمایا۔امام عالی شان رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

صَنَّفْتُ كِتَابِي الصَّحِيْحَ فِيْ سِتِّ عَشَرَةَ سَنَةً .

''میں نے اپنی کتاب "الصحیح" سولہ برس میں تصنیف کی۔'' (ملاحظہ فرمائیں: وفیات الاعیان: ۳/ ۳۳۰۔ مرآۃ الجنان: ۱۶۸/۲۔ اتحاف النبلاء: ۵۰۔ ظفر الامانی: ۱۳۱)

ان سولہ سال میں امام موصوف نے جو کتاب مرتب فرمائی، وہ بھی کئی لاکھ احادیث سے منتخب ہے۔

امام المحدثین رحمہ اللہ نے ہزارہا احادیث کو ہزاروں رکعات ادا فرما کر لکھا اور سولہ برس تک مسلسل شب وروز کی محنت اور غور وفکر کے بعد لاکھوں احادیث میں سے چند ہزار احادیث صحیحہ کا انتخاب فرمایا۔

زبدۃ المحدثین فرماتے ہیں:

خَرَّجْتُ الصَّحِيْحَ مِنْ سِتِّ مِائَةِ أَلْفِ حَدِيْثٍ .

''میں نے صحیح بخاری چھ لاکھ احادیث سے منتخب کی ہے۔''

(هدى الساري مقدمه فتح الباري، ص: ٤٨٩)

باقی صحیح روایات کیوں ترک کیں اس بارے امام موصوف رقم طراز ہیں:

وَمَا اَدْخَلْتُ فِيْ كِتَابِي الْجَامِعِ إِلَّا مَا صَحَّ وَتَرَكْتُ مِنَ الصَّحَاحِ لِحَالِ الطُّوْلِ .

''میں نے صحیح بخاری میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کیا ہے اور بخوف طوالت بہت سی صحیح احادیث کو میں نے چھوڑ دیا ہے۔'' (تهذيب الاسماء: ١/ ١١٤۔ هدى الساري، ص: ٦۔ شذرات الذهب: ١٣٥/٢۔ تهذيب التهذيب: ٣٩/٩)

سیّد المحدثین رحمہ اللہ چھ سات ہزار احادیث کے بجائے کئی لاکھ احادیث کے حافظ تھے مگر انہوں نے کتاب کے ضخیم ہوجانے کے ڈر سے جامع صحیح کو مختصر ترین مرتب فرمایا ہے۔امام موصوف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کا نام "اَلْجَامِعُ الصَّحِيْحُ الْمُخْتَصَرُ فِيْ أُمُوْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَسُنَنِهِ وَأَيَّامِهِ" رکھا۔(ملاحظہ فرمائیں: اختصار علوم الحديث، ص: ٤٤ مع الباعث الحثيث)

ان تمہیدی کلمات سے معلوم ہوا ''صحیح بخاری'' پہلے ہی کئی لاکھ احادیث کا انتخاب واختصار ہے۔

صحیح بخاری کی مختصرات کا جو تذکرہ ملتا ہے ان کو وہ مقام ومرتبہ حاصل نہیں ہوسکا جو امام موصوف رحمہ اللہ کی اصل کتاب کو شہرت ومقام عطا فرمایا ہے۔ ہر دور کے علمائے کرام وفضلائے عظام نے ان مختصرات کو اتنا قابل اہتمام واعتنا نہیں سمجھا جتنا امام عالی قدر کی اصل کتاب کو سمجھا ہے۔

یہ عظیم الشان کتاب کئی برسوں سے اطرافِ عالم کے تمام دینی مدارس وجامعات میں پڑھائی جارہی ہے۔اڑھائی سو کے قریب اس کی شروحات ہیں۔ ہر شرح لطیف نکات پر مبنی ہے۔ ہر عہد کے بڑے

بڑے اساتذہ کرام ہمیشہ اس کتاب کے مداح رہے ہیں۔عصر حاضر خصوصاً برصغیر کے مدارس وجامعات میں شروع سے آخر تک صحیح بخاری مع اسناد پڑھائی جارہی ہے۔

برصغیر پاک وہند کے اساتذہ حدیث نے کئی کئی مرتبہ صحیح بخاری اوّل تا آخر پڑھائی ہے۔ وہ اس کتاب کے دقیق مسائل، تراجم ابواب، سند ومتن کے احوال اور امام بخاری ؒ کے اُسلوبِ تحریر سے پوری طرح فیض یاب ہونے میں لگے رہتے ہیں۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جو اہمیت جامع صحیح البخاری کو حاصل ہے وہ کسی اور کتاب کے حصہ میں نہیں آئی۔

وقد صدق من قال

مَـضَـتِ الـدُّهُـوْرُ مَـا أَتَيْـنَ بِـمِثْـلِـهٖ
وَلَـقَـدْ أَتٰـى فَـعَـجَـزْنَ عَـنْ نُظَـرَائِـهٖ

یہ درست ہے اگر اب تک اس کتاب کے اختصار ہوتے رہے تو عصر حاضر میں صحیح بخاری کا اختصار قابل اعتراض نہیں ہے لیکن یہ دعویٰ کرنا کہ ایک سال کے بجائے تین ماہ میں مکمل بخاری شریف بے شمار فوائد کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں۔ یہ کہنا کہ اختصار درسی بخاری سے کئی گنا زیادہ بہتر نتائج پیدا کرنے کے لیے مرتب کی گئی ہے وغیرہا ایسی وجوہات کسی بھی صورت قابل تحسین نہیں۔

امام المحدثین امام بخاری ؒ اپنے وقت کے محدث، یگانہ مجتہد اور فقیہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذہانت وفطانت، عقل وبصیرت اور قوت حافظہ وافر عطا کررکھا تھا۔ انہوں نے اللہ کی توفیق سے اپنی بصیرت ودانائی سے ''صحیح'' مرتب فرمائی۔ ایک ایک حدیث کے تحت کئی کئی مسائل فقہیہ استنباط فرمائے اور تراجم ابواب کو فراست سے قائم کیا تو احادیث کے تکرار کے جہاں بہت سارے فوائد ہیں وہاں تراجم ابواب کے بھی بہت سے اغراض ومقاصد ہیں۔مضمون کی طوالت کے خوف سے ہم تراجم ابواب کے مقاصد اور تکرارِ احادیث کے فوائد کا تذکرہ ترک کررہے ہیں۔ شائقین علم مقدمہ فتح الباری بالخصوص سیرت البخاری از مولانا عبدالسلام مبارک پوری (ص: ۱۶۵۔ ۱۷۳) کی طرف مراجعت فرما سکتے ہیں۔

اس لیے اصل صحیح بخاری کے پڑھنے اور پڑھانے کے جوفوائد ہیں وہ ان مختصرات میں کہاں ہیں؟

فتنۂ انکارِ حدیث کے اس پر آشوب دور میں چاہیے تو یہ تھا کہ احادیث رسول ﷺ کا ہرمحاذ میں دفاع کیا جائے بالخصوص صحیح بخاری کی اصحیت بیان کی جائے۔

ایک عرصے سے مستشرقین کی یہ انتہائی کوشش ہے کہ ابتداءً احادیث میں تشکیک پیدا کی جائے۔ یہ معنوی ذریت قرآن کی روایت وتبلیغ کی حد تک تو رسول اللہ ﷺ کو مانتے ہیں لیکن آپس میں دورنگی ہے کہ ان کے مطالب ومعانی کے بیان اور ان کی تفصیل وعملی تشریح وتوضیح کے معاملہ میں وہی رسول ﷺ ناقابل اطمینان ہوئے۔العیاذ باللہ

فتنہ انکارِحدیث اس زمانہ کی وہ پرفتن تحریک ہے جس نے اللہ عزوجل کے سینکڑوں، ہزاروں بندوں کو ربّ ذوالجلال والاکرام کا باغی، رسول امین ﷺ کا منکر اور حدیث کا دشمن بنا دیا ہے۔اس عظیم فتنہ کے انسداد واستیصال کے لیے آج علمائے کرام اورفضلائے عظام کو بروقت پوری طاقت وتوجہ مبذول کرنی چاہیے۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مستشرقین کی معنوی ذریت کا ناطقہ بند کیا جائے۔حدیث رسول ﷺ کے خلاف ان منکرین حدیث کے شبہات واعتراضات کا ازالہ کیا جائے۔اور یہ اس وقت ممکن ہوگا جب ہمارے طلباء کومکمل علوم وفنون پر عبور ومہارت ہوگی۔ وہ قرآن وحدیث کی عملی تصویر ہوں گے۔ اگر صرف وہ ہر چیز کے خلاصے ہی پڑھتے رہے تو وہ میدانِ عمل کے شہسوار نہیں بن سکتے۔

اللہ تعالیٰ ہر دور میں ایسے رجال لازمی پیدا کرتا ہے جنہیں قرآن وحدیث کے علوم سے گہری دلچسپی اور وابستگی ہوتی ہے وہ اپنے اسلاف کے ورثہ علم کو محفوظ کرنے کے لیے محنت ولگن سے کام کرتے ہیں۔

علومِ نبوت کے پاسبان اور قرآن وحدیث کے نگہبان شیوخ

الحدیث اور علمائے کرام سے درخواست ہے کہ وہ ایسے طلباء کی حوصلہ افزائی کریں تاکہ وہ علوم وفنون میں مہارت پیدا کریں۔ اگر یہ سلسلہ چل نکلا کہ چند سہل پسند وتن آسان صرف خلاصوں واختصارات پر اکتفا کرنے لگ گئے تو یہ بعید نہیں کہ آئندہ آنے والی نسل علوم وفنون بالخصوص علوم حدیث سے نابلد وناآشنا رہے جس سے اہل باطل وزیغ کو سراٹھانے کا موقع مل جائے گا۔ مستشرقین کے سرغنوں کی آرزو پوری ہوجائے گی جو خود ہماری کتب کو گہرائی سے پڑھتے ہیں تاکہ احادیث رسول ﷺ میں کیڑے نکالے جائیں، وہ لوگ جو ہمارے اسلاف کی بڑی بڑی کتب کا بڑی محنت وجانفشانی سے مطالعہ کرتے ہیں تاکہ متضاد اور متناقض اشیاء تلاش کرکے اس کی تشہیر کی جائے اور منکرین حدیث کو ایک سہارا مل جائے۔

مجھے یہ پڑھ کر بہت حیرانی ہوئی کہ مستشرقین ہمارا خاص اسلامی اور مذہبی لٹریچر بڑے شوق وذوق سے پڑھتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے سیرۃ النبی ﷺ کے مقدمہ میں ایک مغربی متعصب مستشرق مارگولیتھ کے بارے لکھا ہے کہ

> ''مارگولیتھ نے مسند امام احمد بن حنبل کی ٦ ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے اور ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں کسی مسلمان کو بھی اس وصف میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں ہوسکتا۔''

(ملاحظہ فرمائیں: سیرۃ النبی ﷺ: ۱/۸۲)

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ ایک مستشرق جو دین کا دشمن ہے کتنی دقت نظری اور توجہ سے مسند احمد کا مطالعہ کرتا ہے۔ ہماری کتاب کو متعدد بار بالاستیعاب پڑھتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص سوچے، مجھ سمیت ہم نے کتنی دفعہ مسند احمد کو پڑھا ہے اور باقی متون کے ساتھ بھی ہمارا طرزِ عمل کیا ہے؟

اگر ہم نے تساہل اور غفلت شعاری کی تو اس کے مہلک اثرات مرتب ہوں گے جن کی تلافی نہ ہوسکے گی۔

گرامی القدر اساتذہ کرام سے دردمندانہ التماس ہے کہ وہ ایسے عجلت پسند اور تن آسان عناصر کی حوصلہ شکنی کریں جو ہمیں علوم نبوت کے اصل مصادر ومراجع سے دور کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور ایسے طلبائے علم کی حوصلہ افزائی کریں جو اپنا گھر بار، والدین، دوست واحباب اور تمام سہولیات چھوڑ کر علوم اسلامیہ پڑھنے کے لیے مدارس اسلامیہ کا رخ کرتے ہیں۔

علومِ نبوت کے پاسبان شیوخ کرام کو اپنی تدریس کے دوران مسلسل اور مستقل اس بات پر توجہ دینی چاہیے کہ کون سے طلباء میں مولائے کریم نے فقاہت وذکاوت، ذہانت وفطانت اور صلاحیت ولیاقت ودیعت فرما رکھی ہے۔ انہیں بطور خاص وسعت مطالعہ اور استخراج نتائج کا خوگر بنایا جائے۔

قرآن وحدیث میں علمی رسوخ پیدا کرنے کے لیے طالبان علومِ نبوت کے سامنے اپنے اسلاف کے واقعات بیان کرنے چاہئیں تاکہ وہ اپنے اسلاف کے واقعات وکارناموں سے نصیحت حاصل کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے اسلاف پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے کہ جنہوں نے بڑی محنت ولگن کے ساتھ علوم وفنون سیکھنے کے لیے دور دراز کے اسفار کیے۔ ایک ایک کتاب کئی کئی اساتذہ سے پڑھتے رہے۔

مجھے عصر حاضر کے بڑے دانش ور اور بے مثال خطیب پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ کا ''طالبان علوم نبوت کی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے وہ محاضرہ یاد آرہا ہے جسے مولانا عمر فاروق سعیدی حفظہ اللہ نے انتخاب کرکے ایک دینی رسالہ میں شائع کروایا ہے۔

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ طلباء سے مخاطب ہیں:

> ''مجھے ایک محاضرہ کے سلسلے میں ایران جانے کا موقع ملا تو میری حیرت کی انتہا تھی کہ وہاں پر ایک طالب علم کو جو سند فراغت دیتے ہیں وہ بعض صورتوں میں ستائیس سال کے بعد ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آٹھ سال ضائع کررہے ہیں چھ سال کا نصاب ہونا چاہیے۔ اور چھ والا چار میں ہونا چاہیے۔ عورتوں کی حد تک تو سمجھ آتا ہے۔ یہ اختصار پسندی کا ذوق بھی ہم میں پیدا ہوا اور مجھے تو یہ بھی ہلاکت خیز معلوم

ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ بہ حیثیت معلّم اور جو آپ کے متعلّم اور تلامذہ تھے، وہ زندگی کے آخری لمحے تک اسی نبوی کلاس روم میں رہتے تھے۔ ان کے ہاں فراغت کا کوئی تصور نہیں تھا۔'' (مجلّہ اُسوۂ حسنہ کراچی، ص:۶، شمارہ نمبر:۳، جلد نمبر:۳ مارچ ۲۰۱۱ء)

آخر میں ایک بار پھر علومِ نبوت کے پاسبانوں اور اساتذہ کرام سے ملتمس ہوں کہ وہ اس پر آشوب دور میں طلباء کی حوصلہ افزائی کریں اور انہیں بے عملی کی دلدل سے نکال کر عملی زندگی کی طرف لائیں۔

اپنے عزیزانِ گرامی طلباء سے امید رکھتا ہوں کہ علومِ نبوت میں مہارت تامہ اور رسوخ پیدا کریں گے اور عصر حاضر کے تمام فتنوں بالخصوص فتنۂ انکارِ حدیث کے استیصال کے لیے محنت ولگن سے مطالعہ کریں گے تاکہ وہ ہر محاذ پر دفاع حدیث کا فریضہ انجام دے سکیں۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری کو صدمہ

ممتاز اہل قلم، دانشور ومحقق محترم ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری (کراچی) گزشتہ دنوں ایک صدمے سے دوچار ہوگئے۔ ان کا اکلوتا بیٹا شاہد حسین ۳۲ سال عمر طبعی پاکر بعارضہ گردہ علالت کے بعد وفات پاگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ڈاکٹر ابوسلمان صاحب کے بیٹے کی وفات اور وہ بھی پیرانہ عمری میں جدائی ایک بڑے صدمے سے کم نہیں۔ مگر ربّ تعالیٰ کی مشیت ومرضی کے آگے کون اپنی چلا سکتا ہے۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ موصوف کو یہ صدمہ برداشت کرنے کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا کرے۔ دیگر اعزہ واقارب کو بھی صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

اراکین ادارہ الاعتصام ڈاکٹر صاحب کے غم میں شریک ہیں اور مرحوم کی مغفرت کے لیے دعا گو ہیں۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

حضور ﷺ کا حسن کلام

عبدالرحیم بلتستانی

رسول اللہ ﷺ کی زبان کیسی تھی؟

رسول اللہ ﷺ تمام جہانوں کے لیے رحمت تھے۔ میں اس بارے میں زیادہ تفصیلی بات نہیں کروں گا صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ کے کلام پر اکتفا کروں گا۔ سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((ما مسست ديباجاً ولا حريراً ألين من كف رسول الله ولا شممت رائحة قط أطيب من رائحة رسول الله ﷺ ولقد خدمت رسول الله ﷺ عشر سنين فما قال لي قط أف ولا قال لشيء فعلته: لم فعلته؟ ولا لشيء لم أفعله: ألا فعلت كذا.)) (بخاری، رقم: ۳۵٦۱۔ رياض الصالحين للنووی: ۲۹۹/۱)

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم، موٹی اور باریک ریشم کو بھی نہیں چھوا اور آپ ﷺ کی خوشبو سے عمدہ خوشبو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی۔ آپ نے مجھے کبھی اف بھی نہیں کہا۔ اور نہ ہی کسی کام کے کرنے پر فرمایا کیوں کیا اور نہ ہی کسی کام کے نہ کرنے پر فرمایا کہ کیوں نہیں کیا۔''

سب سے اچھی اور بہترین زبان آپ علیہ السلام کی تھی۔ آپ صرف خیر ہی بولتے۔

اے مسلمان بھائی! اپنی زبان کی طرف دیکھیں اور اسے غلط باتوں سے بچائیں۔ ہم کتنے زیادہ لفظ ''اف'' بولتے ہیں کہ جس سے رسول اللہ ﷺ بچتے تھے۔ ہم اس کے بغیر زندہ رہ نہیں سکتے۔ اس لفظ اف کو معیوب ہی نہیں سمجھا جاتا، پھر ایک کلمہ ''تو نے یہ کام کیوں کیا؟'' زبانوں پر معمولی کلمہ سمجھا جاتا ہے۔ لوگ اس کو لازم سمجھتے ہیں اور اس کو چھوڑتے ہی نہیں۔

ہم اپنی حالت کی طرف دیکھیں تا کہ اس کی اصلاح کریں اور اپنی زبانوں کی طرف دھیان دیں کیوں کہ ان پر اخلاق کا دارومدار ہے۔

اے مسلم بھائی! رسول اللہ ﷺ کا اسوہ دیکھیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((ان رسول الله ﷺ كان طويل الصمت قليل الضحك.))

(رواہ احمد: ۸٦/۵، ۸۸۔ مشکوٰۃ: ۵۸۲٦)

''بے شک رسول اللہ ﷺ خاموش زیادہ رہتے تھے اور ہنستے کم تھے۔''

کتنا ہی اچھا ہوا گر ہم اس بہترین ادب کو سیکھ جائیں کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ خاموش رہتے تھے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک خواہش اور تمنا کرتا کہ کاش وہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ان کی زبان سے سنے۔ کیوں کہ آپ صرف خیر ہی کہتے تھے۔ ساتھ ساتھ آپ زیادہ خاموش رہتے تھے۔ کیا ہم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ وہ زیادہ خاموش رہے؟

مومن کی زبان:

حضرت وکیع بن عدس اپنے چچا ابورزین العقیلی سے روایت کرتے ہیں کہ

قال: قال رسول الله ﷺ ((مثل المؤمن مثل النحلة لا تأكل إلا طيبا ولا تضع إلا طيباً.))

(ابن حبان: ۴۸۱/۱، رقم: ۲۴۷۔ الصحيحة، رقم:

(۳۵۵
''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن کی مثال شہد کی مکھی کی طرح ہے جو اچھی چیز کھاتی ہے اور اچھی چیز ہی دیتی ہے۔''

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعت رسول الله ﷺ یقول: ((مثل المؤمن مثل النخلة ما اخذت منها من شی نفعك.))
(طبرانی۔ صحیحة، رقم: ۲۲۸۵)

''ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''مومن کی مثال کھجور کی طرح ہے تو اس سے جو کچھ بھی پکڑے گا تجھے نفع ہی ملے گا۔''

اسی طرح مومن کی زبان ہے جو صرف اچھی بات ہی کرتی ہے۔ اس کی بات سچی اور لوگوں کے درمیان اصلاح والی ہوتی ہے۔ وہ نیکی کا حکم اور گناہ سے روکتی ہے۔ دعا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑاتی ہے۔ آپ جب بھی مومن کی بات سنیں گے اس سے نفع حاصل کریں گے۔ ہمیں چاہیے کہ مومن کی زبان کی طرح ہو جائیں اور مومن کے دل کی طرح ہم صاف ہو جائیں۔

رسول اللہ ﷺ کا زبان کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم دینا:

شکل بن حمید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے سکھایے کہ میں کس چیز سے پناہ مانگوں؟ آپ ﷺ نے میرے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا تو کہہ:

((اللھم انی اعوذبك من شر سمعی ومن شر بصری ومن شر لسانی ومن شر قلبی ومن شر منی یعنی فرجه.)) (ترمذی، رقم: ۳۴۹۲۔ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب فی الاستعاذة، رقم: ۱۵۵۱)

''اے اللہ میں تجھ سے اپنی سماعت، بصارت، زبان، دل اور منی (شرمگاہ) کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔''

ہم اللہ سے پناہ بھی طلب نہیں کرتے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ ہم یقیناً اپنی زبان کے شرور میں مبتلا ہیں اور ہم زبان کے مکر سے امن میں نہیں ہیں۔ ہم غیبت، چغلی، گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑا کرتے ہیں پس کس چیز کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ سے ملیں گے۔

آیئے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تیاری کریں اور اپنی زبان کی لغزشوں سے بچیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے یقین اور اخلاص کے ساتھ دعا کریں تاکہ وہ ہمیں جہنم اور خسارے سے بچائے۔

خیر کے علاوہ کاموں میں خاموش رہنے کی ترغیب:

ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا:

((یا رسول الله ﷺ ای المسلمین افضل؟ قال: من سلم المسلمون من لسانه ویده.))
(بخاری، رقم: ۱۱، مسلم: ۴۲، ترمذی، الزهد، باب منه، رقم: ۲۵۰۴)

''اے رسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں سے زیادہ افضل کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔''

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده.)) (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده، رقم: ۱۰)

''مسلمان وہ ہے کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اعمال میں سے افضل عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا: الصلاة علی میقاتها ''نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا۔'' میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا عمل ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ان یسلم الناس من لسانك ''لوگ تیری زبان سے محفوظ رہیں۔''

(طبرانی معجم الکبیر: ۱۰/ ۲۲، رقم: ۹۸۰۲)

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے ایسا عمل سکھائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لئن كنت اقصرت الخطبة لقد اعرضت المسألة اعتق النسمة وفك الرقبة فان لم تطق ذالك فاطعم الجائع واسق الظمان وأمر بالمعروف وانه عن المنكر فان لم تطق ذلك فكف لسانك الا عن خير .)) (احمد: ٤/٢٩٩)

''اگرچہ تو نے بات چھوٹی سی کی ہے لیکن بہت بڑا مسئلہ پوچھا ہے۔ (جنت میں داخل کرنے والے عمل) غلام کو آزاد کرا اور گردن آزاد کرا اگر تو اس کی طاقت نہیں رکھتا تو بھوکے کو کھانا کھلا اور پیاسے کو پلا۔ نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان کو روک لے مگر خیر کے کاموں کے علاوہ (یعنی نیکی کے کاموں میں گفتگو کر اس کے علاوہ گفتگو نہ کر۔)''

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ نجات کس میں ہے؟ آپ نے فرمایا:

((امسك عليك لسانك وليسعك بيتك وابك على خطيئتك .))

(احمد: ٥/٢٥٩۔ صحيحه: ٨٩٠)

''اپنی زبان کو روک لے اپنے گھر میں ٹھہر اور اپنی غلطیوں پر رو۔''

ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((طوبى لمن ملك لسانه ووسعه بيته وبكى على خطيئته .)) (طبرانی اوسط: ٢/١٧، رقم: ٢٣٤٠)

''خوشخبری ہے اس کے لیے جو اپنی زبان پر قابو کرتا ہے گھر میں ٹھہرتا ہے اور اپنی غلطیوں پر روتا ہے۔''

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من يضمن لی ما بين لحييه وما بين رجليه اضمن له الجنة .)) (بخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان، رقم: ٦٤٧٤)

''جو مجھے دو جبڑوں (زبان) کے درمیان اور ٹانگوں (شرم گاہ) کے درمیان چیز کی ضمانت دے میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔''

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((انك لن تزال سالما ما سكت فاذا تكلمت كتب لك او عليك .)) (کنز العمال: ١٥/٩١٥، رقم: ٤٣٥٧٩۔ صحیح ترغیب، رقم: ٢٨٦٦)

''جب تک تو خاموش رہے گا تو امن میں رہے گا جب تو گفتگو کرے گا تو تیرے لیے (یعنی نیکی) یا تیرے خلاف (یعنی گناہ) لکھا جائے گا۔''

معاذ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے وصیت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اعبد الله كانك تراه واعدد نفسك فی الموتى وان شئت انباتك بما هو املك بك من هذا كله۔ قال هذا واشار بيده الى لسانه .))

''اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے اور مرنے کی تیاری کر اگر تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اس چیز کی خبر دوں جو ان سب کی مالک ہے آپ نے اپنی زبان کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا کہ یہ ہے (یعنی سب چیزوں کی مالک ہے۔)'' (صحیح ترغیب البانی، رقم: ٢٨٧٠)

مذاہب باطلہ

قادیانیت اور مسجد اقصیٰ

نوٹ: یہ مضمون ''الفرقان'' کویت کے شمارہ نمبر۵۹۲، مؤرخہ ۵ جولائی ۲۰۱۰ء (۲۳ رجب ۱۴۳۱ھ) سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

تحریر: الشیخ عیسیٰ القدومی (کویت)......مترجم: مولانا محمد عبدالقیوم (اسلام آباد)

(قادیانیت جو اپنے آپ کو ''الجماعۃ الاسلامیۃ الاحمدیۃ'' کے نام سے موسوم کرتی ہے، کا فلسطین میں ورود نامسعود ۱۹۲۴ء میں ہوا جب ان کے بعض پیروکار حیفا کے راستے یہاں پہنچے۔ ان میں فرقہ قادیانیہ کے بانی کے بیٹے بشیر الدین محمود احمد بھی تھے۔ ان کے ہمراہ قادیانی جلال الدین شمس بھی تھا جس نے کبابیر کی بستی میں اس جماعت کا مرکز حیفا کی کرمل پہاڑی کی چوٹی پر قائم کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۳۴ء میں وہاں جماعت کا پہلا عبادت خانہ تعمیر ہوا اور یہ مقبوضہ فلسطین میں اس وقت برطانوی حکومت کی سرپرستی میں قائم ہوا۔ ۱۹۷۹ء میں اس عبادت خانے کی تعمیر نو ہوئی اور دجل وفریب کے طور پر ''مسجد سیّدنا محمودؔ'' کے نام سے معروف ہے۔ ''کبابیر'' کی بستی میں لگ بھگ تین ہزار افراد بستے ہیں جن میں سے اکثر قادیانیت کے پیروکار ہیں۔)

یہ جماعت اعتقادی طور پر عزلت کا شکار رہی اور علاقے کے اقامتی لوگوں میں ۱۹۴۸ء تک نہ پھیل سکی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ لوگ کبابیر بستی سے باہر وجود رکھتے تھے جن کی تعداد مغربی طرف کے قادیانیت کے پیروکاروں سمیت کچھ دہائیوں سے زائد نہ تھی۔

پانچ سال قبل میری ایک فلسطینی سے گفتگو ہوئی جو قادیانیت کا باطل عقیدہ قبول کر چکا تھا اس کی اس بات نے تو مجھے ہلا کر رکھ دیا کہ وہ گمراہ کہتا تھا۔ ''ہم سارے فلسطینیوں کو قادیانی بنائے بغیر آرام سے نہیں بیٹھیں گے۔'' میں نے اسے کہا: یہودی بھی یہی کوشش کر رہے ہیں لیکن یہ مقصد تم کیسے حاصل کرسکو گے جب مسجد اقصیٰ اور اس کے آس پاس فلسطین اور شام کا علاقہ طائفہ منصورہ کا مقام مومنوں کا مرکز ہے۔ جہاں سارے لوگ اکٹھے ہوں گے یہیں سے نشور ہوگا اور دجال اور اس کے تابع داروں کا یہ مقتل ہے اور یہی وہ جگہ ہے جہاں پتھر اور درخت بول پڑیں گے کہ ''اے مسلم! اے اللہ کے بندے! یہ میرے پیچھے یہودی چھپا ہوا ہے آ کر اسے قتل کر دے۔'' اور یہیں نبوت کے طریقے پر خلافت اسلامی دوبارہ قائم ہوگی۔ اس زمین کو اللہ تعالیٰ نے جہان والوں کے لیے مبارک بنا دیا ہے۔ یہ مجرموں کا ٹھکانا ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتا۔

قادیانیت (احمدیت) کا عقیدہ:

ان کا عقیدہ ہے کہ نبوت محمد ﷺ پر ختم نہیں ہوئی بلکہ یہ جاری ہے اور اللہ تعالیٰ اب بھی حسب ضرورت رسول بھیجتا رہتا ہے اور غلام احمد تمام نبیوں سے افضل ہے اور ان کا عقیدہ ہے کہ جبریل علیہ السلام غلام احمد پر اترتے ہیں اور وحی لاتے ہیں اور اس کے الہامات قرآن کی طرح ہیں۔ اور ان کا یہ عقیدہ ہے کہ قادیان مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی طرح مقدس بلکہ اس سے افضل ہے۔ اس کی زمین حرم ہے وہ ان کا قبلہ ہے اور ان کا حج وہیں ہوتا ہے اور انہوں نے عقیدہ جہاد کو لغو قرار دے دیا ہے۔ اسی طرح وہ انگریز حکومت کی اندھی اطاعت کا مطالبہ کرتے ہیں کیوں کہ وہ ان کے نزدیک نص قرآن سے اولی الامر ہیں اور سارے مسلمان جب تک قادیانی نہ بن جائیں ان کے نزدیک کافر ہیں اسی طرح غیر قادیانیوں سے رشتہ کرنے والا بھی اسی طرح کافر ہے۔

ان میں نبوت کا دعویٰ صرف غلام احمد پر موقوف نہیں بلکہ اس کے بہت سے پیروکاروں نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا جیسے محمد صادق قادیانی

اور غلام محمد قادیانی وغیرہ۔ اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ غلام احمد کا دعویٰ ہے کا نبوت کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔ اس کا اقرار اس کا بیٹا محمود احمد قادیانیوں کا خلیفہ ثانی بھی اپنی کتاب "حقیقة النبوة" ص:۲۸۸، میں کرتے ہوئے کہتا ہے "یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ نبوت کا دروازہ اب بھی کھلا ہے۔"

غلام احمد کے خلیفہ کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ وہ محمد ﷺ سے افضل ہے۔ اپنی کتاب "حقیقۃ النبوۃ" ص:۲۵۷، میں لکھتا ہے: "وہ محمد ﷺ سے افضل ہے اور ممکن ہے کہ تمام انبیاء سے افضل ہو۔"

"الفضل" رسالے کی پانچویں جلد میں ہے: "نبی ﷺ کے صحابہ اور غلام احمد قادیانی کے شاگردوں میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ وہ پہلی بعثت کے لوگ ہیں اور یہ دوسری بعثت کے۔"

(شمارہ:۹۲، ۲۸مئی ۱۹۱۸ء)

مسجد اقصیٰ کے بارے میں ان کا عقیدہ:

وہ ہندوستان میں "قادیان" کے مقدس ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قادیان میں مرزا کا معبد مسجد اقصیٰ ہے اور بیت المقدس میں نہیں۔ قادیانی رسالے "الفضل" شمارہ نمبر۳، ستمبر ۱۹۳۵ء میں لکھا ہے: "اللہ تعالیٰ نے تین جگہیں مقدس قرار دی ہیں: مکہ، مدینہ اور قادیان۔ اور تجلیات کے ظہور کے لیے ان تین مقامات کو منتخب کیا ہے۔ اور شمارہ نمبر۲۳ میں ہے۔ آیت: ﴿من المسجد الحرام إلى المسجد الاقصى الذى باركنا حوله﴾ میں قادیان کی مسجد مراد ہے اور اس سے انکار واضح ہے کہ یہ جھوٹے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ القدس کی کوئی منزلت نہیں اور اسلام کے ساتھ اس کا کوئی دینی ربط نہیں اور مسجد اقصیٰ کوئی اور مسجد ہے جو قدس والی نہیں اور وہ قادیان کی مسجد ہے۔

دیگر گمراہ کن باتیں جو انہوں نے پھیلائی ہوئی ہیں یہ ہیں کہ ان کے عقیدے کے مطابق قادیان مکہ اور مدینہ کی طرح بلکہ ان سے افضل ہے۔ یہی ان کا حرم اور قبلہ ہے اور ان کا حج یہیں ہوتا ہے۔ جب کہ ان کے عقیدے کی صحیح معلومات یہ ہیں کہ قادیانیوں کا قبلہ مکہ ہی ہے اور ان کا حج وہیں ہوتا ہے لیکن وہ قادیان کے تقدس کا عقیدہ رکھتے ہیں اور مرزا کی قادیان والی مسجد ہی کو مسجد اقصیٰ قرار دیتے ہیں۔ بیت المقدس والی مسجد کو مسجد اقصیٰ نہیں سمجھتے۔

اس کے بارے میں امجد سقلاوی نے مجلّہ "الراصد" کے شمارہ نمبر ۸۴ میں لکھا ہے یہ ایک وقت قادیانیت سے متاثر ہوئے تھے پھر واپس اسلام کی طرف پلٹ آئے اور اب ان کے خلاف لکھتے ہیں اور وہ ان کے گھر کے بھیدی ہیں۔ کہتے ہیں:

دین غلام احمد قادیانی کی تمام سوچ خیانت والی سوچ ہے یہ مسلمانوں سے ان کے تمام مقدس مقامات چھیننا چاہتے ہیں۔ ان میں مسجد اقصیٰ بھی ہے۔ قادیانی بیت المقدس والی مسجد اقصیٰ کو نہیں مانتے۔ بلکہ ان کے نزدیک قادیان میں تعمیر شدہ ان کی مسجد اقصیٰ ہے اور یہ اس کی کتاب "خطبہ الہامیہ" ص:۲۵، میں صراحت سے موجود ہے۔ مرزا کہتا ہے:

مسیح موعود نے جو مسجد اقصیٰ تعمیر کی تھی وہ قادیان میں ہے اور "خطبہ الہامیہ" کے ناشر نے اس بات کی تاکید ضیاء الدین قاضی کوٹی کی کتاب "اصحابِ احمد" ص:۱۱۹، ۱۲۱، سے نقل کر کے کی ہے۔

قادیانی رسالہ "الفضل" شمارہ نمبر۲ ستمبر ۱۹۳۵ء میں لکھا ہے: اللہ تعالیٰ نے ان تین مقامات کو تقدس بخشا ہے: "مکہ، مدینہ اور قادیان" اور اپنی تجلیات کے ظہور کے لیے ان تین مقامات کو پسند کیا ہے اور شمارہ نمبر۲۳ میں ہے: ﴿من المسجد الحرام إلى المسجد الاقصى الذى باركنا حوله﴾ میں قادیان کی مسجد مراد ہے۔

عبدالرحیم داد جو دین قادیانیت کے مناظرین میں سے ہے اپنی کتاب میں کہتا ہے جو انٹرنیٹ پر اسلام آن لائن سٹور کی ویب سائٹ پر نشر ہوئی ہے: "مسجد اقصیٰ مرزا غلام مرتضیٰ کے ہاتھوں تعمیر ہوئی اور جس زمین پر یہ مسجد تعمیر ہوئی ہے وہ سکھوں کی ملکیت تھی جن سے خریدی گئی۔"

اس کی تاکید کرتے ہوئے سقلاوی مزید کہتے ہیں: "مثال کے طور پر فلسطینی قادیانی مناظر ہانی طاہر یہودی قابضین کو مسجد اقصیٰ

مبارک کا کچھ حصہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتا۔ اس نے ''آخری حل اور مسجد اقصیٰ'' کے عنوان سے جب اپنا مقالہ لکھا تو اس میں وہ کہتا ہے: لوگ میرے ملک میں سیاسی حالات پر بڑے پریشان ہیں، پابندیاں ہمارا گلا گھونٹ رہی ہیں، امداد ہم تک نہیں پہنچتی۔ دشمن ہماری زمین اور فضا پر قابض ہے اور دیوار ہم پر تنگ کی جارہی ہے۔ افق میں کوئی حل نظر نہیں آتا۔ ہم ان لوگوں کے حقوق سے دستبردار نہیں ہوسکتے جو سارے فلسطین میں اپنے وطن سے نکال دیئے گئے ہیں۔ لیکن حدود کی درستگی اور سکیٹرنے میں اگر ضائع ہونے کا خطرہ نہ ہو تو کوئی ممانعت نہیں۔ یعنی زمین کا ایک حصہ، یا مسجد اقصیٰ کا معاملہ تو اس کے نیچے یہودیوں کا اپنا عبادت خانہ بنانے کے لیے دے دیا جائے تاکہ وہ وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اس طرح کہ ان کے داخل ہونے کا راستہ مغربی جانب ہو تو مجھے اس میں کوئی اندیشہ نہیں نہیں آتا۔

دیکھا! ہانی طاہر کو کہ اپنے ناپاک گمراہ کن مقاصد کی خاطر انہوں نے اپنے شیطانی باطل الہامات کے مطابق اپنی بیمار نفسانیت کے لیے قرآنِ کریم کی تاویل کرڈالی۔ ہندی مسیلمہ کذاب کا قادیانی خلیفہ کہتا ہے: کہ آیت ﴿من دخله كان امناً﴾ میں وہ مسجد مراد ہے جس کی بنیاد قادیان میں رکھی گئی۔ آگے کہتا ہے: مسجد اقصیٰ سے مراد اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ﴿سبحن الذی اسریٰ بعبده ليلا من المسجد الحرام إلى المسجد الاقصٰى﴾ وہی مسجد ہے جس کی بنیاد قادیان میں رکھی گئی۔ (براہین احمدیہ)

وہ اس سوال ''المسجد الاقصیٰ'' کہاں ہے؟ کا جواب دیتے ہوئے ''الموقع الرسمی للقادیانیہ (الاحمدیہ) کی ویب سائٹ پر عالمی انٹرنیٹ پر جو عربی میں ہے "اسئلہ واجوبہ" میں کہتے ہیں: یہ سوال آیا ہے کیا یہ درست ہے کہ تم قرآن میں ذکر شدہ مسجد اقصیٰ کو مرزا غلام احمد کی مسجد سے تعبیر کرتے ہو جو قادیان میں ہے؟ تو ہانی طاہر یہ جواب دیتا ہے: ہم کہتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ کو راتوں رات جانے کا جو ذکر سورۃ الاسراء میں ہے وہ ایک روحانی کشف ہے جس سے متعدد واقعات کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

(۱) مدینہ منورہ کی طرف ہجرت۔ (۲) مسلمانوں کا بیت المقدس اور اس کے آس پاس کے علاقوں کا مالک ہونا۔ یہ خلفائے راشدین کے زمانے میں ہوچکا ہے۔ (۳) امام مہدی کا ظہور اور وہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ہیں۔''

اس لحاظ سے کہ اس کی بعثت سیّدنا محمد ﷺ کی دوسری بعثت ہے کیوں کہ وہ ان کے اور ان کے دین کے خادم اور بہتر دفاع کرنے والے ہیں اور اس کی طرف اشارہ ہے اس قول میں ﴿واخرين منهم لما يلحقوا بهم﴾ یعنی اللہ تعالیٰ محمد ﷺ کو دوسری مرتبہ اور لوگوں میں مبعوث کریں گے اور اس لحاظ سے کہ جب اللہ تعالیٰ آپ کو فوت کردیں گے تو دوبارہ دنیا میں لوٹ کر نہیں آئیں گے تو مقصود آپ کی دوسری بعثت سے آپ کی امت کا ایک آدمی ہے جو آپ کا اور آپ کے دین کا خادم ہوگا اور سیّدنا محمد ﷺ نے اس آیت کی تفسیر یہ کہہ کر فرمائی ہے ''اگر ایمان ثریا ستارے میں معلق ہو تو فارس کا ایک مرد یا کچھ لوگ اسے حاصل کرکے رہیں گے۔'' (بخاری، کتاب التفسیر)

اس طرح ہمارے لیے ممکن ہے کہ ہم مسجد اقصیٰ کا اطلاق اس مسجد پر کریں جو حضرت صاحب نے تعمیر کی ہے اور اس میں کوئی تضاد نہیں کہ ایک مسجد اقصیٰ قدس میں ہو اور ایک مسجد اقصیٰ قادیان میں ہو۔ یہ مت بھولنا کہ مسجد اقصیٰ جو اب القدس میں موجود ہے نبی ﷺ کے زمانے میں اس کا وجود نہیں تھا۔ اسے اموی خلیفہ نے تعمیر کرایا تھا۔ اور یہ بھی مت بھولیں کہ دنیا میں متعدد ایسی مسجدیں ہیں جن کا مسلمانوں نے مسجد اقصیٰ کا نام رکھا ہے۔

تفصیل کے لیے ہانی طاہر کی ویب سائٹ میں اللہ کی اس قول ﴿سبحن الذی اسریٰ بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصٰى﴾ دیکھ سکتے ہیں۔

اور اس ویب سائٹ میں مدخل ''سیرۃ خلفاء الامام المہدی'' میں ''خلیفہ اوّل نور الدین پنجابی کے کارناموں کا تعاقب ہے جو پنجاب میں بھیرا البستی میں ۱۸۴۱ء میں پیدا ہوا۔ اور دجل کے طور اسے نور

الدین قرشی کہتے ہیں۔ کیوں کہ وہ زمین حجاز میں چار سال رہا۔ لکھتے ہیں: ''خلیفہ اوّل نے الجماعۃ الاسلامیۃ الاحمدیہ'' کے لیے متعدد کارنامے انجام دیئے جو یہ ہیں۔

اس کے دور میں مسجد اقصیٰ، اسلامی تعلیم کے لیے مدرسہ علیا کی تعمیر اور جماعت اسلامی کی رہائشی بستیوں میں توسیع ہوئی۔ انہوں نے قادیان میں النور ہسپتال اور النور مسجد تعمیر کرائی۔

صہیونیت کے ساتھ ان کا تعلق:

یہ مخفی نہیں کہ قادیانیوں کے یہودیوں کے ساتھ مضبوط تعلقات ہیں ان کے لیے مدارس ومراکز کھولے گئے ہیں۔ انہیں رسالہ جاری کرنے کی اجازت دی گئی ہے جس میں ان کا نام لیا جاتا ہے۔ انہیں مکمل آزادی حاصل ہے اور انہیں اپنی کتابوں کی طباعت اور اپنے گمراہ عقائد کو ساری دنیا میں پھیلانے کے لیے مدد دی جاتی ہے اور وہ فلسطین اور ساری دنیا میں آزادانہ پھرتے ہیں۔

مرزا مبارک احمد قادیانی اپنی کتاب "بعثاتنا الخارجیه" میں کہتا ہے: قارئین کے لیے ایک چھوٹی سی بات سے ہمارا اسرائیل میں مقام مرتبہ پہچاننا ممکن ہے۔ اور وہ یہ کہ ہمارے چوہدری محمد شریف نے ۱۹۵٦ء میں اسرائیل سے پاکستان واپس آنے کا ارادہ کیا تو حکومت اسرائیل کے صدر نے جانے سے پہلے اسے ملنے کا پیغام بھیجا تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے قرآنِ پاک کا جرمنی زبان میں ترجمہ پیش کیا جو صدر نے بڑی خوشی سے قبول کیا۔ عالمی انٹرنیٹ پر عربی زبان میں قادیانیوں کی رسمی ویب سائٹ دیکھیں۔

اس سے پہلے برطانیہ کے ساتھ بڑی دوستی تھی۔ مرزا نے ملکہ وکٹوریہ انگریز کلیسا کی صدر اور ان کے ماتحتوں کی اطاعت فرض کی تھی۔ اپنی کتاب "حقیقة المهدی" کے آخر میں کہتا ہے اس کے الفاظ میں: ''اگر حکومت برطانیہ کی تلوار کا ڈر نہ ہوتا تو لوگ مجھے نیزے اور تلواروں سے قتل کر دیتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس محسن حکومت کی بدولت انہیں روک دیا۔ تو ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہیں جسے ظالموں کے ہاتھوں سے ہماری نجات کا سبب بنایا۔ انہوں نے ہماری عزتوں اور جان ومال کو ڈاکوؤں اور لٹیروں سے بچایا۔ ہم ان کا شکریہ کیسے نہ ادا کریں جب کہ ان کی حکومت کے زیر سایہ امن اور فارغ البالی سے زندگی گزار رہے ہیں۔ اور انہوں نے مختلف قسم کی مصیبتوں سے نجات دلائی ہے۔ اور ان کا نزول ہمارے لیے عزت وبرکت کا نزول ثابت ہوا ہے اور ہمیں دنیا اور عافیت ہماری آخری امید تک حاصل ہوئی ہے تو صدق نیت سے ہم پر اس کی اطاعت اور سلامتی واجب ہے۔ بلکہ انہوں نے احسانات اور انعامات سے ہمارے دل جیت لیے ہیں۔ ان کی اور ان کی آل اولاد کی اطاعت ہم پر واجب ہے اور ان کی اور ان کے کار پردازان حکومت کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ اے اللہ! اس عظیم مملکت کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے اس کی عزت وحکومت کی حفاظت فرما۔ یا ارحم الراحمین۔ آمین۔ راقم: مرزا غلام احمد قادیانی ۲۱ فروری ۱۸۹۹ء قادیانیوں کی "التلفزیون الاسلامی الاحمدی" کے نام

اور انٹرنیٹ عالمی پر ان کی ویب سائٹ ہے جس میں وہ اپنے آپ کو "الجماعة الاسلامیة الاحمدیه العالمیه" کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور ان کی ویب سائٹ کو دیکھنے والا ان کو ان تمام باتوں سے صاف پاتا ہے جو مسلمانوں نے ان کے بارے میں بیان کی ہوئی ہیں وہ لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی بھی دیتے ہیں اور ویب سائٹ کے پہلے صفحے پر مکہ مکرمہ میں کعبے کی تصویر ہے یہاں ان کی ویب سائٹ کو دیکھنے والا دھوکے میں آجاتا ہے۔ اور یہ خیال کرتا ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے عقائد کے خلاف نہیں ہیں اور اس میں اکثر عربوں کی اور ان کے قائدین کی خدمات اور خطبات کی تعریف کرتے ہیں اور عرب مسائل میں ان کی موافقت ظاہر کرتے ہیں تاکہ استعماری طاقتوں کی حاشیہ برداری کی تہمت اپنے آپ سے دور کرسکیں۔

امجد سقلاوی نے مجلّہ ''الراصد'' عدد نمبر ۸۴ میں بعنوان ''مسجد اقصیٰ کے جائے وقوع کے بارے میں ہندی قادیانیوں کی خیانتیں''

ایک مضمون لکھا ہے۔اس میں ذکر ہے: ''یہودیوں نے ایسی جماعتوں اور فرقوں کے بیج بونے کی کوشش کی ہے جو بظاہر دین اسلامی کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں جو جاسوسوں کا کام دیتے ہیں جو ایسی خبریں نکال کر لاتے ہیں۔ اور ایسے افکار پھیلاتے ہیں جس سے اسرائیل کی خدمت ہوتی ہے ان جماعتوں میں سے جماعت قادیانیت بھی ہے جو اپنے آپ کو الجماعة الاسلامیه الاحمدیه کہتی ہیں تاکہ کھاتے پیتے مسلمانوں کو اس خوشنما نام سے دھوکہ دیں اور یہ ایسا طائفہ ہے کہ تمام علماء نے ان کے کافر اور مرتد ہونے پر اجماع کیا ہے۔

یہ بظاہر اپنے آپ کو مسلمان بنائے رکھتے ہیں لیکن باطن میں ان کی پکی دوستی انگریز، یہود اور ان کے مددگاروں کے ساتھ ہے۔اس دین کے ماننے والے ایک ہندوستانی شخص پر ایمان رکھتے ہیں اس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔آخر کار اس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا پھر مسیح منتظر بنا آگے بڑھتے بڑھتے اس نے یہ کہنا شروع کیا۔اس کی نامسعود صورت میں محمد ﷺ کا کامل ظہور ہے۔

باطنی فرقوں کی پرورش میں یہودیوں کے مقاصد:

یہودیوں کے اس میں بڑے واضح اور عظیم مقاصد ہیں:

ا: فلسطین کے مسلمانوں کی صفت اتحاد میں باطنی فرقوں کا بیج بو کر دراڑ ڈالنا تاکہ انہیں اپنے مقاصد کے حصول میں آسانی ہو اور بنیادی مقصد مسلمانوں کو ''کوہان، اسلام کی چوٹی'' یعنی جہاد فی سبیل اللہ سے روکنا اور مسلمانوں کو شکوک وشبہات کے سیلاب کا شکار کرنا اور مسلمانوں کے مضبوط عقائد کو کمزور کرنے کے لیے زہر پھیلانا۔اسی طرح ایک اہم ہدف یہ بھی ہے کہ دین اسلام جو محکم اور تبدیلی سے محفوظ دین ہے اسے محرف ادیان کے مرتبے میں لا کھڑا کر کے اسلام کے غلبے، ظہور اور امتیاز کا جوہر ساقط کرنا اور مسلمانوں میں اعتقاد اختلاف پیدا کرنا۔

ان گمراہوں کا مداوا کون کرے گا؟

ان باطنی فرقوں کے شبہات اور ان کی منحرف اور گمراہ کن دعوت وتبلیغ کے مقابلے میں ان کی کھوٹ اور ضلالتوں کا پول کھولنے کے لیے قائدین دعوۃ اور علماء کی بڑی اہم ذمہ داری ہے تاکہ ان کا جادو باطل لوگوں پر نہ چل سکے۔ان کی گمراہیوں کو طشت ازبام کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی گمراہیوں اور ان کی حقیقت اور ان کے قائدین کا اور جہاں جہاں یہ پائے جاتے ہیں ان مقامات کا بغور مطالعہ کیا جائے کہ یہ کیسے اپنی گمراہیاں پھیلاتے ہیں اور کن اسالیب کو یہ استعمال کرتے ہیں اور اس تعاون کا حجم اور حدود اربعہ معلوم کیا جائے اور کون سی شخصیات ہیں جو ان کا نفوذ چاہتے ہیں اور شدید احتیاط کی ضرورت ہے کہ باطنی فرقے خصوصاً قادیانیت، اسلامی اور عربی میڈیا ان کے بارے میں کوتاہی سے فائدہ اٹھانے نہ پائیں۔اس حیثیت سے کہ اس طائفے کی شناعت کرتے ہیں اور اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن اکثر اوقات بڑی بڑی غلطیاں کر جاتے ہیں۔جب وہ ان کے بارے میں دقت سے کام نہیں لیتے اور بعض اوقات ان کی غلطیوں کی وجہ سے ان کے افراد اور ان کے افکار سے کسی حد تک متاثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اس جماعت کے خلاف بے ہنگم حملہ ہے جس کا مقصد اسے برے انداز میں پیش کرنا ہے۔

اور میڈیا میں ان کے خلاف جو تہمتیں ہیں یہ جھوٹ کا پلندہ ہیں کیوں کہ ان اتہامات کے جھوٹے ہونے کے قوی دلائل ہیں۔ بلکہ اس طائفے کے بعض قائدین اور اس کے مناظرین اکثر یہ اصرار کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا اس طائفے سے کوئی تعلق نہیں جو اپنے آپ کو ''قادیانی'' کہتے ہیں اور یہ جماعت ایک خیالی جماعت ہے جو لوگوں نے گھڑ کر پھیلا رکھی ہے۔

اگر آپ انٹرنیٹ پر اس قادیانیت کا مطالعہ کریں تو ہزاروں جگہیں آپ کو ملیں گی جو انہوں نے بدل ڈالی ہیں لیکن پھر بھی بعض قلیل تعداد میں ایسی جگہیں ہیں جس سے اس طائفے کی حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے اور ان کی دعوت کے نئے باطل طریقے معلوم ہوجاتے ہیں۔

تو قادیانیت کے خلاف جنگ کے لیے وہی شخص صلاحیت رکھتا ہے جسے اوّل حق کی معرفت حاصل ہو اور اس کے پاس ذہانت اور

عقل ہو اور بات اچھی طرح اور نرمی سے کرنے کی مہارت ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی دین جھوٹ دھوکے اور شبہات پھیلانے پر قائم ہے تو ایسا شخص جو ہر سنی پڑھی بات کے بارے میں حسن ظن سے کام لے درست نہیں اور اس لیے بھی کہ قادیانی اپنے عقائد شیطانی شبہات سے ہی پھیلاتا ہے جو یہ ناہنجار کتابوں سے حاصل اور اخذ کرتے ہیں اور جو اکثر جھوٹ محرف ہوتے ہیں یا منسوخ کے زمرے سے ہوتے ہیں یا مقید اور خاص ہوتے ہیں جنہیں عام اور مطلق بنا کر پیش کرتے ہیں۔

اس لیے سوسائٹی کے مؤثر طبقہ کا یہ فرض بنتا ہے جو علماء، دعاۃ، خطباء، آئمہ مساجد، یونیورسٹیوں اور کالجوں کے اساتذہ کرام، اسلامی تحریک کے قائدین اور مقامی ذمہ داران ہیں کہ وہ طائفہ قادیانیہ کے عقائد کی حقیقت آشکارا کرنے کے لیے ان کے آج کل کے قائدین کے اقوال بیان کریں۔ اسی طرح اس طائفے کے پیروکاروں کا جو سیاسی منہج وموقف ہے اس سے آگاہ کریں اور جو اس طائفے کے پھیلانے میں معاون ومددگار قوتیں ہیں انہیں بے نقاب کریں۔

آخر میں کہوں گا کہ اگر ہم اپنا صاف اسلامی عقیدہ نشر نہ کرسکیں تو ہم میں کوئی بھلائی نہیں اور ہم اس فرقہ ناجیہ کے صفات بیان نہ کریں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائی ہیں جو اللہ کی کتاب اور ہمارے نبی ﷺ کی سنت کا تمسک کرتے ہیں جہاں کہیں سے بھی ملے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قول مانتے ہوئے: ''میرا یہ راستہ سیدھا ہے اس کی تابعداری کرو اور پگڈنڈیوں کی تابعداری مت کرو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا دیں گی۔''

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول ''اور مشرکوں میں سے مت ہوجانا جنہوں نے اپنے دین کو فرقے فرقے بنا لیا تھا اور مختلف جماعتیں بن گئے تھے اور ہر جماعت جو کچھ ان کے پاس تھا اترا تے تھے۔'' اور رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا: میری سنت لازم پکڑو اور خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اسے اپنی داڑھوں سے مضبوط پکڑ لو اور نئے نئے کاموں سے بچ کر رہو، یقیناً ہر بدعت گمراہی ہے، اور ابن کثیر رحمہ اللہ نے ان سب کو مختصر انداز میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں بیان کیا ہے ''درحقیقت وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو فرقے فرقے بنا لیا اور جماعتیں ہوگئے آپ ان کے ساتھ کسی بھی چیز میں نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے وہ انہیں بتا دے گا جو وہ کرتے تھے'' کہتے ہیں:

یہ آیت عام ہے اور ہر اس شخص کو شامل ہے جو اللہ کے دین سے الگ ہوجاتا ہے اور اس کی مخالفت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے۔ اس کی شریعت ایک ہے۔ اس میں کوئی اختلاف وافتراق نہیں تو جو اس میں اختلاف کرے گا۔ وہ ''کانوا شیعا'' کا مصداق بنے گا۔ شیعاً سے مراد فرقے جیسے مختلف دینوں والے اور خواہشات وگمراہیوں والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کو ان کی گمراہیوں سے بری کردیا ہے۔

والحمد للّٰہ ربّ العالمین .

ضرورت معلّمات

جامعہ عمر ابن الخطاب اہل حدیث للبنات منڈی جھبراں ضلع شیخوپورہ کے لیے دو معلّمات کی فوری ضرورت ہے۔

(۱)...... درسِ نظامی کی ابتدائی کلاسوں کے لیے فاضلہ وعالمہ درسِ نظامی۔ (۲)......سکول کی تعلیم کے لیے ایف اے پاس لیڈی ٹیچر کی فوری ضرورت ہے۔ رہائش، خوراک ودیگر سہولیات ومعقول تنخواہ دی جائے گی۔ (قاری شرافت اللہ فاروقی، مدرسہ ہذا)

ضرورت رشتہ

بیٹی عمر ۲۵ سال، قد "5.4"، تعلیم وفات المدارس السّلفیہ، ایم فل، جٹ برادری سے ہم پلہ، برسرروزگار، اہل حدیث خاندان سے رشتہ درکار ہے۔ (رابطہ: 0333-4723226)

یادِ رفتگاں

خطیب توحید......!

حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ

امان اللہ عاصم

شیخوپورہ شہر کی دینی اور علمی حلقوں میں شہرت اور مقبولیت کا سبب یہاں کی دو ہستیوں کے سر ہے، میری مراد مناظر اسلام حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ اور شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ ہیں۔ لیکن موت کی تلخ حقیقت نے اس شہر کو ان ہستیوں سے محروم کر دیا ہے۔ اللھم اغفر لھما وارحمھا

شیخ القرآن مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ کے دینی کارناموں اور مسلکی خدمات کی فہرست بڑی طویل ہے اسی طرح حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی خدمات بھی طویل خدمات کی فہرست رکھتی ہیں۔ شیخ القرآن کی ذات اور دینی خدمات کے حوالہ سے ان کے صاحبزادے مولانا حاجی عطاء الرحمٰن نے ''والدی ومشفقی'' کے نام سے کتاب مرتب کی ہے۔ اور حضرت حافظ صاحب کی حیات وخدمات کے حوالہ سے جماعت کے ایک عالم دین حافظ محمد اسلم شاہدرویؔ نے ایک کتاب ''حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری'' کے نام سے مرتب کی جو اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان نے ۲۰۰۹ء میں شائع کی، اس میں حافظ صاحب سے متعلق بہت سی معلومات معروف سوانح نگاروں اور علمائے کرام کے قلمی تعاون سے جمع کر دی گئی ہیں۔ راقم الحروف کا بھی ایک تاثراتی مضمون اس کتاب کے صفحہ ۱۰۲ پر ''آہ! وہ گوہر یکدانہ'' کے عنوان سے شائع ہوا۔

خطیب اور واعظ ہونا بلاشبہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے لیکن کامیاب اور پرتاثیر خطابت کا ملکہ کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ ہمارے ممدوح حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے اس ملکہ سے بدرجۂ اتم نوازا تھا۔ اور آپ نے اس صلاحیت کا دین کی اشاعت، توحید کے پرچار، باطل عقائد کے ردّ اور تبلیغ اسلام میں بھرپور استعمال کیا اور ہزاروں افراد کو شرک وبدعات کی دلدل سے نکال کر توحید کے چشمۂ صافی سے مستفید ہونے کی راہ دکھائی۔

بتی چوک شیخوپورہ کے سامنے آسمان کی بلندیوں کو چھوتا ہوا مینار حضرت حافظ صاحب کی عظمتوں کی یادگار ہے۔ اللہ پاک حافظ صاحب کی جملہ دینی کاوشوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کو اعلیٰ علیین میں قابل رشک مقام عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین

حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ ضلع امرتسر کی تحصیل اجنالہ کے ایک گاؤں ''مہند مندرانوالہ'' میں ۲۴/ اگست ۱۹۴۲ء بمطابق ۱۲ شعبان ۱۳۶۱ھ سوموار کے روز وقت کے معروف عالم ومناظر مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی عالم دین، مناظر اور پنچائتی شخصیت تھے۔ ان کے والد یعنی حافظ صاحب کے دادا جان مولانا خدا بخش حداد رحمہ اللہ بھی اپنے وقت کے باعمل عالم، مبلغ اسلام، بہترین پنجابی واعظ، مناظر اور مصنف تھے۔ انہوں نے مواعظ اسلام، مواعظ قرآن، کھیتی نامہ، کاہن نساء اور تفسیر واعظی وغیرہ تصنیف کیں۔

المختصر کہ حافظ صاحب کے والد اور دادا جان دونوں عالم دین تھے۔ اور انہی کی بدولت اس خاندان کو دینی ماحول، اسلامی تعلیم سے لگاؤ، دعوت دین کی فکر اور نیکی کا جذبہ ورثہ میں ملا۔ جس کا بین ثبوت حافظ محمد عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ کی ذات اور آپ کے صاحبزادگان مولانا عبدالباسط شیخوپوری (فاضل مدینہ یونیورسٹی) اور قاری عبدالرحمٰن شیخوپوری حفظہما اللہ ہیں۔

علم وفضل کا یہ سلسلہ اللہ نے اس خاندان میں اس انداز سے جاری رکھا کہ آج حافظ صاحب کے مذکورہ بالا دونوں بیٹے پاکستان بھر کے علمائے خطابت میں ایک مقام رکھتے ہیں۔

تقسیم پاکستان کے وقت حافظ صاحب اپنے چچا مولانا محمد ابراہیم کے ہمراہ ہجرت کر کے آئے اور نارنگ منڈی کے نزدیک ''گھلی ورکاں'' میں آباد ہوئے۔ ہجرت کے وقت حافظ صاحب بہت کمسن یعنی پانچ برس یا اس سے کم عمر تھے اور آپ کے والد وفات پا چکے تھے اس لیے آپ اپنے چچا مولانا محمد ابراہیم کے ساتھ رہنے لگے۔ کچھ دیر بعد آپ کے خاندان کو الاٹ کردہ زمین کی تبدیلی کا پتا چلا جو ضلع شیخوپورہ میں ہرن مینار کے قریب ''رنیکے مینارہ'' میں تھی تو آپ کا خاندان وہاں آباد ہوا۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے چچا مولانا ابراہیم بھی انتقال کر گئے۔ والد کے بعد چچا کی وفات سے آپ کے معصوم بچپن کو غم اور دکھ کا جو زبردست جھٹکا لگا اس کا دکھ حافظ صاحب بعض اوقات درد بھرے الفاظ میں کیا کرتے تھے۔

حافظ صاحب نے مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد ضلع قصور کے گاؤں ''میر محمد'' میں قرآنِ مجید حفظ کرنے کے لیے چلے گئے۔

یہاں ضمناً ایک بات ذکر کرتا چلوں کہ حافظ صاحب بعض اوقات دوران خطاب فرمایا کرتے: ''میری ماں مجھے کہا کرتی تھی کہ عبداللہ تو قرآن یاد کرلے۔ اب ماں نہیں رہی اور مجھے اللہ نے قرآن حفظ کرنے کی سعادت بھی بخش دی ہے۔ اے اللہ! ''میری ماں کی قبر پر رحمتوں کی برکھا برسا'' اور ساتھ ہی زار وقطار رونے لگتے اور نوجوانوں کو ماں کی قدر اور عزت کرنے کی تلقین کرتے۔

آپ کی والدہ محترمہ اگرچہ باقاعدہ حافظ قرآن نہ تھیں لیکن انہیں بہت سی سورتیں زبانی یاد تھیں جن کی وہ اکثر زبانی تلاوت کیا کرتیں۔

تحفیظ قرآن کے مرحلہ میں حضرت حافظ صاحب، ولی کامل حافظ محمد یحییٰ میر محمدی رحمہ اللہ کی بابرکت صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ تحفیظ قرآن مکمل کرنے پر مدرسہ دارالحدیث چینیانوالی (کوچہ چابک سواراں اندرون رنگ محل لاہور) میں قاری اظہار الحق تھانوی رحمہ اللہ سے قرأت پڑھی۔ اس کے بعد کچھ عرصہ مسجد قدس چوک دالگراں لاہور میں کسب فیض کیا۔ وہاں آپ کی فطری مناظرانہ صلاحیتوں کو حافظ محمد اسماعیل روپڑی (متوفی ۱۹۶۲ء) اور سلطان المناظرین حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ (متوفی ۶ دسمبر ۱۹۹۹ء) کی تربیت نے بے مثال جلا بخشی۔

۱۹۶۳ء میں حافظ صاحب نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے درجہ اوّل میں داخلہ لیا اور وہاں تین سال تک زیر تعلیم رہے اسی دوران آپ کی شادی ہوئی۔

بعد ازاں آپ درس نظامی کی تکمیل کے لیے مدرسہ دارالحدیث چینیانوالی لاہور تشریف لائے وہاں سے سند فراغت حاصل کی اور اس کے بعد تقریباً دو سال تک جامعہ اہل حدیث چوک دالگراں لاہور میں شعبہ تحفیظ کے مدرس رہے۔

ابتداءً خطابت کے فرائض جلو موڑ لاہور کی جامع مسجد میں انجام دیتے رہے۔ پھر اپنے گاؤں تشریف لائے اور اپنے رقبہ میں مسجد بنائی اور امامت وخطابت کے فرائض خود انجام دیتے رہے۔ بعد ازاں شیخوپورہ شہر جنڈیالہ روڈ کے محلّہ محمد پورہ (جس کو چنگڑ محلّہ کہا جاتا تھا) کی جامع مسجد میں بطور خطیب ذمہ داری نبھاتے رہے۔ جہاں پہلے مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ (متوفی ۶/اگست ۲۰۰۵ء) خطیب رہ چکے تھے۔ اور آج کل وہاں شہر کے معروف خطیب مولانا محمد سلیم اعظم بلوچ خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

بعد ازاں حافظ صاحب گوجراں والا روڈ پر ریلوے پھاٹک کے قریب مسجد قدس میں آ گئے جو چھوٹی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ پھر تقریباً ۱۹۷۸ء میں شیخوپورہ کے بتی چوک کے سامنے جامع مسجد ربانی کی بنیاد رکھی اور بقیہ زندگی اسی مسجد میں خطیب رہے۔

حضرت حافظ صاحب کو اللہ نے یہ خاص توفیق عطا فرمائی تھی کہ بے شمار جماعتی اور تبلیغی ذمہ داریوں اور مصروفیات کے باوجود ہر سال نماز تراویح میں خود قرآن سناتے اور نماز تراویح میں پڑھے جانے والے پارے کا خلاصہ بھی تراویح کے بعد سنایا کرتے تھے۔ جسے سننے

کے لیے دور دراز علاقوں سے لوگ بڑے اہتمام کے ساتھ آتے اور ماہِ رمضان میں نمازِ تراویح کے وقت آپ کی مسجد میں لوگوں کے ہجوم کا روح پرور نظارہ دیدنی ہوتا۔

حضرت حافظ صاحب کا سراپا کچھ اس طرح تھا کشادہ پیشانی، چوڑا اور با رعب چہرہ، ابھری ہوئی نوک دار ناک، خوب صورت آنکھیں، ابھرے ہوئے رخسار، گندمی رنگ، چہرے پر پھیلی مسنون داڑھی جس کے کچھ بال سیاہ اور کچھ سفید اور آخر عمر میں بیماری کی شدت کے باعث سر اور داڑھی کے بال بہت جلد سفید ہوگئے تھے۔ کسی صحافی نے آخری دیدار کے موقع پر آپ کی تصویر اتاری تھی جو راقم الحروف کو کسی محسن کی وساطت سے میسر آئی اور اسے محفوظ رکھا ہے۔ جس میں آپ کی آخری ایام میں مرض کی وجہ سے کمزوری اور حد درجہ ضعف نمایاں ہے۔ عموماً شلوار قمیص لیکن گرمی کے موسم میں تہبند آپ کا لباس تھا۔

حافظ محمد عبداللہ، بے باک خطیب، ممتاز عالم دین، باعمل عالم اور ذہین مناظر تھے۔ تبلیغ دین اور اشاعت وترویج مسلک میں حافظ صاحب کا کردار ناقابل فراموش ہے۔ آپ نے ہر جگہ توحید الٰہی کا درس دیا آپ کے اکثر مواعظ، دروس اور خطبات کا خلاصہ اور مقصد توحید کی اہمیت، توحید پر کار بند رہنے کی تاکید، شرک سے بیزاری، بدعت سے توبہ اور سنت رسول ﷺ کی پیروی ہوتا۔ آپ کی قرآن وسنت کے ٹھوس اور خالص دلائل پر مبنی عوام کے دلوں میں بیٹھ جانے والی عالی شان خطابت ہی کا نتیجہ تھا کہ شیخوپورہ کے گرد ونواح کے لوگوں نے بکثرت مسلک اہل حدیث قبول کرلیا۔

دیگر مسالک کے علماء حافظ صاحب کے بارے میں اپنے مقتدیوں کو متنفر کرنے کے لیے غصے اور حقارت کے انداز میں کہتے تھے۔ اس کے پاس قرآن کے سوا کچھ بھی نہیں۔ تو اکثر ذی شعور لوگ اس بات سے بجائے متنفر ہونے کے حافظ صاحب کا خطاب سننے کا ارادہ واہتمام کرتے کہ اگر اس کے پاس قرآن ہے تو پھر اس سے اچھا شخص کون ہے؟

آپ بے لوث، بغیر طمع ولالچ کے خطاب کرتے اور کہا کرتے تھے کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے لیکن جب میں اللہ کے دربار میں جاؤں گا تو اللہ نے اگر پوچھا کہ عبداللہ! دنیا سے کیا لے کر آئے ہو؟ تو میں کہوں گا کہ یا اللہ! لوگوں کو تیرے دین کا درس دیتا رہا ہوں، تیرا قرآن سناتا رہا ہوں اور لوگوں کو توحید سناتا رہا ہوں۔ تو وہ اللہ مجھ سے خوش ہوجائے گا۔

آپ کو سنت رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے گہری محبت تھی۔ اسی کی پاداش میں ایک دفعہ شیعہ حضرات نے آپ کو دھوکے سے ''اتو کے اعوان'' لے جا کر آپ کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرنے کو کہا تو آپ نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ وہ آپ کو ٹیوب ویل والے کمرے میں لے گئے اور بہت مارا حتی کہ آپ کی داڑھی مبارک شہید کردی اور آپ کی زبان کاٹنے لگے تھے کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹا دیا، دروازہ کھولا گیا تو اس جگہ کا مالک اور چند دیگر با اثر افراد باہر کھڑے تھے جنہوں نے آپ کو بچا کر وہاں سے روانہ کردیا۔ اس کے بعد پھر آپ نے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کو ایک خاص لگن اور جذبے کے ساتھ تاحیات بے باک ہو کر بیان کیا۔ ان دنوں آپ مدرسہ دارالحدیث چینیانوالی لاہور میں زیر تعلیم تھے۔

ابتداء میں آپ جمعیت اہل حدیث کے صوبائی نائب امیر مقرر ہوئے۔ پھر جمعیت اہل حدیث پاکستان کے ناظم تبلیغ بنے۔ ۱۹۸۷ء میں علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کی شہادت کے بعد پروفیسر ساجد میر جمعیت اہل حدیث کے ناظم اعلیٰ اور حضرت حافظ صاحب نائب ناظم اعلیٰ بنے۔ جمعیت اہل حدیث کا نام مرکزی جمعیت اہل حدیث رکھ دیا گیا، آپ کو مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کا نائب امیر مقرر کیا گیا۔ اللہ نے آپ کو کئی مرتبہ حج وعمرہ کی سعادت سے بھی نوازا۔

آپ کے اساتذہ میں شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی رحمہ اللہ (متوفی ۷ مئی ۱۹۸۷ء)، مولانا صادق خلیل فیصل آبادی (متوفی ۶ فروری ۲۰۰۴)، حافظ محمد بنیامین طور رحمہم اللہ جیسے اساطین علم وفضل

شامل ہیں۔ آپ نے حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ (متوفی ۲۰/ اگست ۱۹۶۴ء) سے صحیح بخاری کا محض سماع کیا۔

آپ کی لائبریری کو دیکھ کر یہ بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ آپ کو کتب سے کس حد تک لگاؤ اور مطالعہ کا کس درجہ ذوق تھا۔ آپ نے دو مختصر کتابیں تحریر کیں۔ جن کی آپ نے کتابت کروا رکھی تھی (چوں کہ اس وقت عموماً کمپوزنگ نہ کی جاتی تھی) یہ کتابیں عظمت صحابہ کے حوالہ سے ہیں۔

مولانا عبدالباسط اور قاری عبدالرحمٰن حفظہما اللہ کی اجازت سے راقم الحروف نے حصرت حافظ صاحب اور آپ کے دادا محترم کی کتب کی کمپوزنگ اور تحقیق وتخریج کی ذمہ داری ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق کی دعا ہے۔

حضرت حافظ صاحب کے خطبات جلد ہی کیسٹوں سے تحریری شکل میں لانے کا کام بھی راقم الحروف نے کیا تھا، جو ابھی بعض وجوہات کی بنا پر شائع نہیں ہوسکے۔ ان شاء اللہ عنقریب یہ تمام کتب جلد ہی طبع ہوجائیں گی۔

آپ کافی عرصہ صاحب فراش رہے۔ خصوصاً فالج اور دل کا عارضہ لاحق رہا۔ آپ ۲۳ فروری ۲۰۰۴ء سوموار کے روز عشاء کی نماز کے بعد وفات پاگئے۔ آپ نے ۶۲ سال کی عمر پائی۔ اللھم اغفرله وارحمه

پس ماندگان میں آپ کے تین بیٹے ایک بیٹی اور بیوہ ہیں۔

علم وعمل کا یہ سورج اپنی کرنیں بکھیرتا ہوا بالآخر ہزاروں عقیدت مند سوگواروں کی موجودگی میں ۲۴ فروری بروز منگل محلّہ غریب آباد شیخوپورہ کے قبرستان میں زیر خاک نہاں ہوگیا۔ شیخوپورہ کی سرزمین نے اتنا ہجوم کسی جنازے میں نہ دیکھا ہوگا اور شاید کبھی دیکھنے میں نہ ہی آئے جتنا ہجوم حافظ صاحب کے جنازے میں تھا۔ حد نگاہ تک سسکیاں بھرتے غم زدہ سوگواروں کا رش دکھائی دیتا تھا۔

اللهم اجعل قبره روضة من رياض الجنة .

مضمون نگاروں کی توجہ کے لیے

الاعتصام کے مضامین نگار حضرات وخواتین سے گزارش ہے کہ اپنے مضامین دفتر الاعتصام میں ارسال کرتے وقت درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمائیں۔

- مضمون خوش خط، کاغذ کی ایک طرف اور حاشیہ چھوڑ کر لکھا جائے۔
- با مقصد، معاشرتی، معلوماتی، تحقیقی مضامین کو ترجیحاً تحریر فرمایئے۔
- مضمون مدلل، باحوالہ ہونا چاہیے۔ ماخذ کا تذکرہ اور احادیث نبوی وآیات قرآنی کے نمبر بھی درج کریں۔
- فوٹو سٹیٹ کی بجائے اصل مسودہ ارسال کریں۔
- اشاعت کے لیے اپنی باری کا انتظار کریں۔
- دفتر سے کسی قسم کے جواب کے لیے یا مضمون واپس منگوانے کے لیے جوابی ڈاک ٹکٹ ارسال کریں۔

امید ہے مضامین نگار دفتر سے تعاون فرمائیں گے۔ (ادارہ)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

کتاب التوحید

تالیف: شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

ترجمہ: پروفیسر محمد عثمانی

ضخامت: ۱۹۲ صفحات

خصوصیات: عمدہ طباعت، امپورٹڈ کاغذ، کمپیوٹر کمپوزنگ خوب صورت ٹائٹل

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ جزیرۂ عرب کے وہ مشہور امام ہیں جنہوں نے عقیدۂ توحید کا علم بلند کر کے شرک وبدعت، رسوم ورواج کا ردّ کیا اور اسلامی تعلیمات کی صحیح ترجمانی کر کے عوام الناس کے عقائد کی اصلاح کر کے ایک عظیم جہاد فرمایا۔

''کتاب التوحید'' شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی وہ قبولِ عام تالیف ہے جس کا ترجمہ ہر دور میں علمائے کرام کرتے رہے۔ یہ شہرۂ آفاق کتاب عقیدۂ توحید اور اقسامِ توحید (توحید الوہیت، توحید ربوبیت، توحید اسماء وصفات) پر سیر حاصل مواد سے لبریز ہے۔

توحید دراصل انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت ہے۔ بعثت نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کفار گونا گوں کفریات اور بت پرستی اور اخلاقِ رذیلہ میں بدمست تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی دعوت توحید تھی۔ زیرِ تبصرہ کتاب اسی دعوت کی تفصیل ہے۔ برصغیر پاک وہند میں اس کتاب کے بے شمار ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں جس کے فیض سے بہت لوگوں نے بدعت وشرک چھوڑ کر عقیدۂ توحید قبول کیا۔ آستانوں سے بے جا امیدیں وابستہ کر کے جن گھٹا ٹوپ اندھیروں سے نکلنا پسند کیا اور اسی کتاب سے ان کی تاریک راتیں، سفید دنوں میں بدل گئیں۔ مولانا محمد عثمانی نے اس کتاب کا عام فہم اردو ترجمہ کیا ہے۔ کہیں کہیں (انگلش) بھی استعمال کی ہے۔ مولانا عثمانی پرانے مدرس ہیں۔ عقیدۂ توحید سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ اسی محبت کی وجہ سے انہوں نے ترجمہ کیا ہے۔ دارالکتب السّلفیہ اقرا سنٹر اردو بازار لاہور سے مل سکتی ہے۔

طہارت وصلوٰۃ (آداب وشرائط)

مرتب: مولانا محمد عثمانی ضخامت: ۲۴ صفحات

زیرِ تبصرہ کتاب گو مواد کے اعتبار سے مختصر ہے۔ مگر موضوع کے لحاظ سے بڑی مفید ہے۔ نماز اسلام کا ایک بنیادی رکن ہی نہیں بلکہ کافر ومشرک میں امتیاز کا نشان بھی ہے۔ نماز کی شرطِ اوّل طہارت رکھی گئی ہے۔ طہارتِ قلبی وجسمانی نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

مولانا محمد عثمانی حفظہ اللہ مدارسِ دینیہ میں پڑھانے کا تجربہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے طہارت وصلوٰۃ پر یہ کتابچہ تحریر کر کے قرآن وسنت کے مکمل حوالوں اور کتب صحاح ستہ سے مندرجات تخریج کر کے جمع کر دیے ہیں۔ غسل، وضو، تیمّم، مریض کی طہارت، نواقض وضو کے علاوہ نماز مسنون، فرائض وواجبات، بعد از نماز مسنون اذکار، مریض کی نماز، نماز جمعہ، تہجد، جمعہ وعیدین، سجدۂ سہو کے احکام وغیرہ اور نماز جنازہ وادعیہ مسنونہ کا بیان شامل ہے۔ خوب صورت ٹائٹل اور عمدہ طباعت ہے۔ یہ دارالکتب السّلفیہ، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور نے شائع کی ہے۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحقیقی جائزہ

مؤلف: مولانا عبدالوکیل ناصر

ضخامت: ۸۰ صفحات

ناشر: ادارہ فروغ قرآن وسنت، مین روڈ جہانگیر آباد ناظم آباد نمبر ۱ کراچی

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

بدعات ورسومات کا تعلق چوں کہ دین اسلام سے نہیں کیوں کہ

اسلام ایک کامل واکمل دین ہے۔ نبی ﷺ نے دین پورے کا پورا بتلا دیا ہے۔ پورے دین میں اب نہ کوئی چیز داخل کی جاسکتی ہے اور نہ ہی نکالی جاسکتی ہے۔ دور حاضر کی بدعات جو علمائے بدعیہ کی نئی نئی تاویلات وتشریحات سے ترقی پذیر ہیں۔ انہی مروّجہ بدعات میں ایک میلاد النبی (ﷺ) منانے کی بدعت بھی شامل ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری دور حاضر میں میڈیا کی ایک معروف شخصیت ہیں۔ یہ شخصیت متنازعہ ہے کہ ان کے ہم مسلک بھی ان سے گریزاں ہیں۔ انہوں نے بدعات ورسومات کی میڈیا کے ذریعے جو تشریح کی ہے خصوصاً میلاد النبی ﷺ کی بدعت کے ساتھ ساتھ اپنی شخصیت کو تیزی سے پھیلانے کے وہ ''ماسٹر مائنڈ'' معلوم ہوتے ہیں۔ انہوں نے ایک کتاب ''میلاد النبیؐ'' پر لکھی ہے۔ اس میں میلاد النبیؐ کے متعلقہ مواد کو شامل کر کے عامۃ الناس کو گمراہ کرنے کی سعی نامشکور کی گئی ہے۔

مولانا عبدالوکیل ناصر نے اپنی اس مختصر سی کاوش ''میلاد النبی ﷺ کا تحقیقی جائزہ'' لکھ کر ڈاکٹر طاہر القادری کی علمی خیانتوں کے تضادات اور ان کی من گھڑت توضیحات کا پردہ چاک کیا ہے۔ یہ مختصر سا کتابچہ اہل ذوق کے پڑھنے کی چیز ہے جو اَقَلَّ وَدَلَّ کا عمدہ نمونہ ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ، نیوز کاغذ اور کارڈ کور استعمال کیا گیا ہے۔

سیرت بخاری رحمہ اللہ

تالیف: عبدالرشید عراقی

ضخامت: ۷۲ صفحات

ناشر: ساجد اسلامک ریسرچ سنٹر کھڈیاں خاص ضلع قصور

امیر المومنین فی الحدیث حضرت امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی ذات محتاجِ تعارف نہیں۔ ان کی سیرت پر آج تک بے شمار افرادِ امت نے بہت کچھ تحریر فرمایا۔ طلبائے علوم الحدیث امام موصوف کی خدمات سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ ان کے تذکرے میں بڑے بڑے اساتذۂ حدیث نے اپنی کتب کے ذریعے امام صاحب کی زندگی کو طلبائے علومِ اسلامیہ تک پہنچایا ہے۔ مدارس اہل حدیث میں الجامع الصحیح البخاری کے سالانہ اختتام پر تقاریب بخاری شریف منعقد کر کے سیرتِ بخاری رحمہ اللہ بیان کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب میں جناب عبدالرشید عراقی نے مختلف کتب سے مختصراً مواد لے کر یکجا مرتب کر دیا ہے۔ کتاب کے تین ابواب میں امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کی سیرت، اساتذہ، تعلیم وتعلّم، ذہانت وفطانت، ابتلاء وآزمائش، تلامذہ، تصانیف، جمہود حصولِ حدیث وغیرہ کا باحوالہ ذکر کیا ہے۔

الجامع الصحیح البخاری کی وجہ تالیف، بخاری شریف کی شروح، تراجم ابواب، صحیح بخاری کی عظمت وتوقیر اور غیروں کا اعترافِ حقیقت کے علاوہ برصغیر پاک وہند کے شارحین حدیث کا تذکرہ اور علمائے اہل حدیث کی خدماتِ حدیث کا مختصراً واجمالاً ذکر شامل کتاب کیا ہے۔ کتاب بڑی معلوماتی، اور کارآمد ہے۔ ہر طالب حدیث کو یہ کتاب پڑھنی چاہیے۔ سفید کاغذ پر کمپوزنگ وطباعت بہترین اور کارڈ کور میں ملفوف ہے۔ اردو بازار لاہور و دیگر شہروں کے اہل حدیث مکتبوں سے حاصل کی جاسکتی ہے۔ قیمت -/۶۰ روپے رکھی گئی ہے۔



دعائے مغفرت

مولانا عبدالکریم مرحوم کے صاحبزادے مولانا محی الدین بھٹی کے برادرِ اصغر سیف اللہ خالد ۲۰۱۱-۳-۹ بروز بدھ مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کی عمر تقریباً ۵۴ سال تھی۔ ان کا ایک بیٹا ہے اور زیر تعلیم ہے۔ گورنمنٹ سلیم ماڈل ہائی سکول اردو بازار لاہور میں تاحال تدریسی فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ان کی نماز جنازہ مولانا محمد اعظم میر محمدی نے منصورہ کے گراؤنڈ میں پڑھائی۔ مرحوم کو اُن کے بڑے بھائی سعید احمد خاں کے پہلو میں لاہور میں دفن کیا گیا۔ قارئین سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ (مولانا محی الدین بھٹی حسین خانوالہ چک نمبر ۸ پتوکی)

قرار داد ہائے تعزیت

①......حضرت مولانا عبدالقادر ندوی رحمہ اللہ کی وفات پر قرار دادِ تعزیت: جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے مہتمم حضرت مولانا عبدالقادر ندوی (رحمہ اللہ) ۸ مارچ ۲۰۱۱ء کو بعد از نمازِ عصر دنیائے فانی سے رخصت ہوگئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ تدفین کے ایک دن بعد ان کے گھر جامعہ کی انجمن کے ارکان اور اساتذہ کا اجلاس زیر صدارت حافظ مقصود احمد (صدر انجمن جامعہ تعلیم الاسلام) منعقد ہوا۔ جس میں درج ذیل قرار داد تعزیت پاس کی گئی۔ یہ اجلاس ولی کامل حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے جانشین اور مہتمم وسرپرست جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن حضرت مولانا عبدالقادر ندوی رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات پر حزن وملال کا اظہار کرنے کے ساتھ ان کی پرخلوص خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کرتا اور اعتراف کرتا ہے کہ ندوی رحمہ اللہ نے لوجہ اللہ جامعہ کی خدمت کرنے کے ساتھ اپنے ذاتی مال سے بھی بھرپور تعاون کیا۔ اور ہمارے علم میں جامعہ کی کوئی چیز ان کے ذمے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے، آمین۔ اجلاس میں مولانا عبدالقادر ندوی رحمہ اللہ کے علاوہ بانی جامعہ ولی کامل حضرت صوفی محمد عبداللہ، مولانا محمد سلیمان وزیر آبادی اور میاں غلام محمد رحمۃ اللہ علیہم کے لیے بھی مغفرت کی دعا کی گئی۔ (قاری حفیظ الرحمٰن سندھو، مدیر التعلیم: جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن، فیصل آباد)

②......حضرت مولانا عبدالقادر ندوی، مولانا محمد اعظم، مولانا عطاء الرحمٰن اشرف رحمۃ اللہ علیہم کی وفات حسرت آیات پر دارالدعوۃ السّلفیہ وہفت روزہ الاعتصام کے مجلس عاملہ کے اراکین مرحومین کے لواحقین کے غم میں شریک اور ان سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں۔ دارالدعوۃ السّلفیہ کے درج ذیل ارکان عاملہ مرحومین کی مغفرت وبلندیٔ درجات کے لیے دعا کرتے ہیں۔ ⊙ حافظ ثناء اللہ خان المدنی (سرپرست) ⊙ مولانا ابوبکر صدیق السّلفی (صدر) ⊙ مولانا محمد اسحاق بھٹی (نائب صدر) ⊙ مولانا ارشاد الحق اثری (رکن) ⊙ حافظ احمد شاکر (جنرل سیکرٹری) ⊙ ڈاکٹر سعید اقبال قریشی (نائب صدر) ⊙ حافظ عبدالحمید ازہر (رکن) ⊙ ملک عصمت اللہ قلعوی (ناظم مالیات) ⊙ حافظ محمد اشرف (رکن) ⊙ چوہدری نعیم صادق ایڈووکیٹ (رکن) ⊙ محمد عتیق (رکن) ⊙ حافظ حماد شاکر۔ (ادارہ دارالدعوۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ لاہور)

③......گزشتہ دنوں جماعت اہل حدیث کی گرامی قدر نمایاں شخصیات داعی اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ لجنۃ القارۃ الہندیہ (کویت) کے اراکین حضرت مولانا عبدالقادر ندوی، مولانا محمد اعظم، مولانا بشیر الطیب اور عطاء الرحمٰن اشرف رحمۃ اللہ علیہم کی وفات پر ان کے لواحقین سے تعزیت کناں ہیں اور پس ماندگان کے لیے صبر جمیل کی دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں۔ (محمد عارف جاوید محمدی۔ لجنۃ القارۃ الہندیہ، کویت)

④......وفاق المدارس السّلفیہ پاکستان کا ایک اہم تعزیتی اجلاس جامعہ سلفیہ میں منعقد ہوا جس میں ناظم امتحانات وفاق المدارس السّلفیہ مولانا محمد اعظم کی رحلت پر تعزیت کا اظہار کیا گیا۔ اس موقع پر گفتگو کرتے ہوئے علماء نے ان کی دینی، تعلیمی اور دعوتی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ شرکائے اجلاس نے کہا کہ مولانا بلند پایہ عالم دین بہترین منتظم اور مثالی خطیب تھے۔ آپ بہت معاملہ فہم، دور اندیش اور صلح جو تھے۔ جماعتی زندگی کو ترجیح دیتے اور پوری وفاداری کے ساتھ مرکزی جمعیت کے ساتھ وابستہ رہے۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے۔ اس ضمن میں آپ کی کاوشیں قابل قدر ہیں۔ ان کی رحلت سے وفاق المدارس السّلفیہ ایک محسن، مشفق اور اچھے منتظم سے محروم ہوا ہے جس کی مدتوں تلافی نہ ہوسکے گی۔ اجلاس سے علامہ پروفیسر ساجد میر، مولانا عبدالحمید ہزاروی، میاں نعیم الرحمٰن، مولانا محمد یونس کے بیانات اور جذبات پڑھ کر سنائے گئے۔ اور آخر میں مولانا کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین (محمد یاسین ظفر، ڈپٹی سیکرٹری جنرل وفاق المدارس السّلفیہ، پاکستان)

⑤......گزشتہ دنوں یکے بعد دیگرے جماعت کے جید عالم دین مولانا محمد اعظم (شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجراں والا) مولانا عبدالقادر ندوی (سرپرست جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن) مولانا محمد بشیر الطیب (کویت) وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم اغفرلھم وارحمھم مرحومین کی وفات ایک بڑا صدمہ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ جنت الفردوس دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ (شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف وجملہ اساتذہ ومنتظمین دارالحدیث الجامعہ الکمالیہ راجووال اوکاڑا)

⑥......ادارہ نصر الائمہ کھیالی بائی پاس گوجراں والا کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مولانا عبدالقادر ندوی، شیخ الحدیث مولانا محمد اعظم، مولانا عطاء الرحمٰن اشرف ودیگر جماعتی فوت شدگان احباب کی مغفرت کے لیے دعا کی گئی۔ لواحقین سے تعزیت کا اظہار کیا گیا۔ (ابوالاحتشام حمزہ طور، گوجراں والا)

اسدُ اللّٰھی

کون اب جرأتِ قربانی و ایثار کرے
کون اب عظمتِ اسلام کا اظہار کرے
کون تاروں کے نشیمن پہ کمندیں پھینکے
کون خورشید کو ذرّوں پہ نگوں سار کرے
کون شبنم سے جلائے گل و لالہ کے چراغ
کون فانوسِ جہاں تاب کو ضو بار کرے
کون تقلید براہیم کو ایماں سمجھے!
کون اب آتشِ نمرود کو گلزار کرے
کون یارانِ ستم خو سے ملائے آنکھیں
کون اربابِ سیاست کو خبردار کرے
کون فطرت کے غوامض سے نقابیں اُلٹے
کون سنگینیٔ حالات پہ یلغار کرے
ثبت ہے چہرۂ تاریخ پہ اقبالؒ کا قول
اس کی تربت پہ خدا بارشِ انوار کرے
فتنۂ ملت بیضا ہے، امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

(شورش کاشمیری)